عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

امیر المؤمنین
حضرت علیؓ
مناقب وفضائل

جلد: ۳۳ | ۱۷ تا ۲۳ رمضان ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جولائی ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۲۷

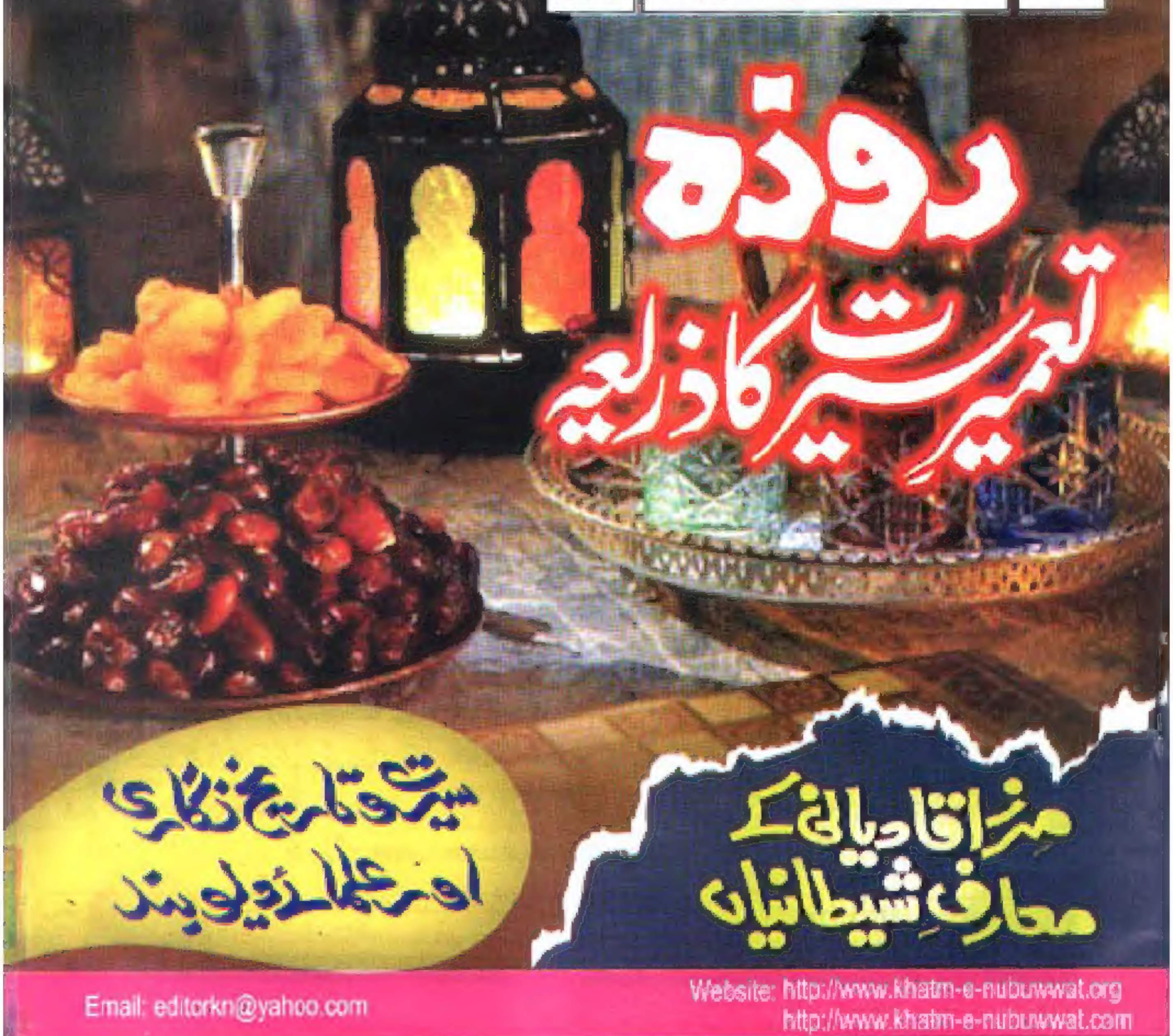

روزہ تعمیر سیرت کا ذریعہ

سیرت و تاریخ نگاری اور علمائے دیوبند

مرزا قادیانی کے معارف شیطانیاں

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

س:...... کیا عورتیں بھی رمضان المبارک میں اعتکاف کرسکتی ہیں؟ اس کا طریقہ کیا ہوگا اور اعتکاف صرف دس دن ہی کریں یا بیس دن بھی کرسکتی ہیں؟

ج:...... عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں خواتین جس جگہ نماز پڑھتی ہوں، اس جگہ کو یا پھر اس کے علاوہ گھر میں جو بھی مناسب جگہ ہو اس کو اعتکاف کے لئے مخصوص کرکے وہیں بیٹھ جائیں تو ان کو بھی مردوں کے برابر مسجد میں بیٹھنے کی طرح اجر وثواب ملے گا۔ آخری عشرہ یعنی دس دنوں کا اعتکاف سنت ہے، اس کی نیت کرلیں، اگر زیادہ دنوں کی نیت کرنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن یہ اعتکاف روزے کے ساتھ ضروری ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اعتکاف بھی ختم ہوجائے گا، اسی طرح گھر میں جو جگہ اعتکاف کے لئے مخصوص کی ہو، سوائے حاجات ضروریہ (یعنی قضائے حاجت اور غسل فرض وغیرہ) کے اس جگہ سے نہ نکلے، اگر بھول کر بھی اس جگہ سے نکلیں گے تو اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

س:...... اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھے تو وہ جمعہ کے دن غسل

اعتکاف کے مسائل

کرسکتا ہے مسجد کے ساتھ ملحقہ غسل خانہ میں؟

ج:...... اعتکاف کے دوران صرف قضائے حاجت اور غسل فرض کے لئے مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے، محض ٹھنڈک حاصل کرنے یا جمعہ کے لئے غسل کرنے کی اجازت نہیں، اس سے اعتکاف ختم ہوجائے گا، مسجد کا وضو خانہ مسجد کی حدود سے باہر ہوتا ہے، اس لئے صرف ہاتھ دھونے کی غرض سے یا کلی کرنے کے لئے بھی جانا منع ہے، بلکہ وضو کرنے کے لئے جائے اور فوراً واپس آجائے۔

س:...... اگر کسی نے اعتکاف میں بیٹھنے کی منت مانی ہو تو کیا اس کا پورا کرنا ضروری ہے یا اس کی بجائے صدقہ خیرات بھی کرسکتے ہیں؟

ج:...... اگر اعتکاف میں بیٹھنے کی منت مانی تو اس کا پورا کرنا ہی ضروری ہے، اس کے بجائے صدقہ خیرات کرنا صحیح نہیں، جتنے دن اعتکاف کی منت مانی ہو اتنے دن اعتکاف میں بیٹھے اور اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے، کیونکہ اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں ہوتا، ہاں! اگر کوئی اس قدر ضعیف اور بوڑھا ہو یا ایسا مریض ہو کہ اب دوبارہ شفا کی امید نہیں تو پھر اسے روزہ کے بدلہ فدیہ دینے کی اجازت ہے کسی محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلادے یا صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا نقد دے دے۔

س:...... اگر کوئی جان بوجھ کر رمضان کا اعتکاف توڑ دے تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

ج:...... آخری عشرہ کا اعتکاف اگر کوئی شخص بلا عذر توڑ دے تو یہ بہت ہی محرومی کی بات ہوگی، تاہم جس دن کا اعتکاف توڑا ہے، اس سے ایک دن کی قضا لازم ہے، رمضان میں یا غیر رمضان میں جب بھی موقع ملے روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف کرلے۔

س:...... اعتکاف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کس قسم کی عبادت کرنی چاہئے اور کن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے؟

ج:...... حالت اعتکاف میں قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و اذکار، تسبیحات، استغفار، نوافل وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ دینی علوم سیکھنا سکھانا اور دینی علوم کے مطالعہ کا بھی اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ فضول کام اور باتوں سے اجتناب کریں، موبائل فون کو بند کردیں تو اچھا ہے۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوّت

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۳ — ۱۷ تا ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جولائی ۲۰۱۴ء — شمارہ: ۲۷

اس شمارے میں!

سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کی روئیداد	۴	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حضرت علیؓ کے مناقب وفضائل	۶	مولانا محمد اعجاز مصطفی
روزہ.... تعمیر سیرت کا ذریعہ	۹	اعظم گیلانی
سیرت و تاریخ نگاری اور علمائے دیوبند	۱۲	مولانا عبدالرشید بستوی
انسانیت کا ختم ہو جانا بھی عذاب ہے	۱۵	مولانا شمس الحق ندوی
ڈیجیٹل تصویر... دارالعلوم دیوبند کا موقف (۳)	۱۷	مفتی زین الاسلام قاسمی
ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں (۱۶)	۲۰	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مرزا قادیانی کے معارف شیطانیہ	۲۳	مولانا سیّد مرتضیٰ حسنؒ
برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نیا نسلی حملہ	۳۶	جاوید اختر ندوی

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(ادارتی بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(ادارتی بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کی روئیداد!

حسب سابق اس سال بھی وفاق المدارس کے سالانہ امتحان کے ختم ہوتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر شرکت کے لئے رفقاء آنا شروع ہوگئے۔ ۳۰ رمئی جمعہ کو بھی آتے رہے۔ حسب روایت ۳۱ رمئی بروز ہفتہ ۲۰۱۴ء کو صبح پونے آٹھ بجے کلاس کے آغاز کے لئے گھنٹی لگائی گئی۔ ایک سو پچیس شرکاء سے کلاس کا افتتاح ہوا۔ تلاوت کے بعد حاضری ہوئی اس کے بعد مولانا عزیز الرحمن ثانی نے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کے مہتمم حضرت مولانا صاحبزادہ محمد احمد صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کی دعا سے کلاس کا آغاز ہوا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے سرپرست اور روح رواں پیر طریقت حضرت مولانا سید فاروق ناصر شاہ صاحب نے افتتاحی بیان فرمایا، مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے مدرس مولانا محمد شاہد صاحب نے پہلا سبق پڑھایا۔ حضرت مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مولانا غلام مرتضیٰ ڈسکوی، مولانا محمد احمد مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت نے اسباق پڑھانا شروع کئے۔ پہلا ہفتہ یعنی ہفتہ سے جمعرات تک رد عیسائیت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوعات پر اسباق ہوئے اور قادیانی شبہات کے جوابات حصہ دوم پڑھائی گئی۔

مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد اقبال مبلغ ڈیرہ غازی خان، مولانا محمد احمد اور مدرسہ کے درجہ ثانیہ کے دو طالب علم جناب سید امیر، جناب صدام حسین نے داخلہ کے نظم کو چلایا۔ الحمدللہ! کہ ابتدائی چند دنوں میں ۲۸۷ دوصد ستاسی اسکولز وکالجز کے طلبا، مدارس عربیہ کے اساتذہ وفضلاء اور مفتیان اور طلبا نے کورس میں داخلہ لیا۔

جمعرات شام کو جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ تخصص، دعوت وارشاد کے نگران حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب تشریف لائے اور آپ نے بائبل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر مشتمل اسباق پڑھائے۔

۳۱ رمئی سے ۵ رجون تک دوران ہفتہ جو پڑھایا گیا اس کا ۶ رجون ہفتہ کے دن امتحان ہوا۔ ۶ رجون کی شام بعد از ظہر سے دوسرے ہفتہ کی تعلیم شروع ہوئی۔ اس ہفتہ میں کتاب قادیانی شبہات کے جوابات حصہ اول کی جو ختم نبوت کے مباحث پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا غلام رسول دین پوری نے تعلیم دی۔ اس دوران میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن، حضرت مولانا مفتی خالد محمود (ناظم اعلیٰ اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ پاکستان) بھی تشریف لائے اور ایک ایک سبق پڑھایا۔ حضرت مفتی خالد محمود کے ہمراہ ہمارے مخدوم زادہ حضرت مولانا مفتی محمد بن مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے بھی تشریف آوری سے ممنون واحسان فرمایا۔

حسب سابق اس دوسرے ہفتہ کی تعلیم کا امتحان ۱۳ رجون جمعہ کے روز قبل از جمعہ ہوا اور اسی دن ہی عصر کے قریب جامعۃ الرشید کراچی سے حضرت مولانا مفتی ابولبابہ اپنے رفقاء سمیت تشریف لائے۔ جمعہ عصر سے ہفتہ عصر تک انہوں نے تمام کلاس کو مختلف حصوں میں گروپس بنا کر اپنے رفقاء سمیت قرآنی عربی کورس پڑھایا، تمام شرکاء نے بھرپور فائدہ حاصل کیا اور خوب رونق رہی۔ ۱۵ رجون کو مولانا محمد رضوان عزیز نے خطباء کورس اور ۱۵، ۱۶ رجون کو مولانا عبداللہ معتصم نے جغرافیہ کورس پر لیکچر زدیئے۔

۱۴ رجون سے ۲۲ رجون تک آخری ہفتہ کے اسباق حضرت مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد قاسم رحمانی اور دیگر حضرات نے پڑھائے۔ اس ہفتہ میں قادیانی شبہات کے حصہ سوم جو کذب مرزا کے مباحث پر مشتمل ہے پڑھائی گئی اور ۲۲ رجون کو کورس کا آخری امتحان ہوا۔

اس ہفتہ میں جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ لاہور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور، مولانا قاری عبدالواحد امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاؤالدین بھی اپنے رفقاء، حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، مولانا مفتی محمد ظفر اقبال، مولانا قاری محمد زاہد اقبال چیچہ وطنی، جناب خالد متین صاحب لاہور، جناب خالد مسعود صاحب ایڈووکیٹ تلہ گنگ، روزنامہ اسلام کے بچوں کے صفحہ کے ایڈیٹر الحاج محمد اشتیاق بھی تشریف لائے اور ان حضرات کے بیانات ہوئے۔ اس سال خصوصیت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خیبر پختونخوا کے سربراہ حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی بھی تشریف لائے، آپ نے اتوار کے روز ظہر سے عصر تک سبق پڑھایا۔

اتوار کے روز ۲۲ رجون بعد از عشاء آخری بیان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما اور مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ کا ہوا اور یوں آپ کے آخری سبق پڑھانے پر ۳۱ رمئی سے شروع ہو کر ۲۲ رجون کی شام سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کی تعلیم بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔

۲۳ مئی کو صبح آٹھ بجے کورس کی آخری تقریب تھی جس میں شرکاء حضرات کو اسناد اور کتب اور انعامات دیے تھے۔ چنانچہ صبح آٹھ بجے اس تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد مولانا قاضی احسان احمد نے کورس کی غرض و غایت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور مہمانانِ گرامی کی تشریف آوری پر خیر مقدمی کلمات کہے۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے کامیاب ہونے والے شرکاء حضرات کے نام پکارنے شروع کیے، چنانچہ رول نمبر نام اور ضلع کی صراحت کے ساتھ اعلانات ہوتے رہے اور شرکاء مہمانانِ گرامی کے ہاتھوں انعامی کتب حاصل کرتے رہے۔ حضرت مولانا غلام رسول دین پوری صاحب نام بنام سند دیتے۔ مولانا قاضی احسان احمد وہ سند حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کرتے، حضرت امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صدر اجلاس و امیر مرکزیہ دامت برکاتہم اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ سند صاحبزادہ مولانا خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کو عنایت فرماتے اور آپ سے شرکاء وہ سند وصول کرتے۔

اس سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے احتساب قادیانیت ج:۳۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵ شرکاء حضرات کو دی گئیں، جناب پیر کفایت اللہ صاحب بودلہ کی طرف سے تحریر کردہ کتاب "ختم نبوت قرآن مجید کی روشنی میں" اور جناب عتیق انور کی لاہور سے شائع کردہ کتاب جو پیر طریقت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق نائب امیر حضرت سید نفیس الحسینیؒ کا مجموعہ کلام ہے جس کا نام "برگِ گل" ہے یہ کتب دی گئیں۔ اس طرح آخری مرحلہ پر الحاج محمد جمیل صاحب گجرات والوں کی جانب سے "فیصلہ کن مناظرے" اور "ایک ہفتہ حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں" بھی شرکاء کو سیٹ کی شکل میں دی گئیں۔ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی پاکستان کے معروف نشریات کتب کے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی کی جانب سے چودہ کارٹن کتابوں کے شرکاء کورس میں انعامی کتب کے سیٹ کے ساتھ پیش کیے گئے۔ گویا کم و بیش دس، دس کتب کا ایک ایک سیٹ شریک کورس کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ پشاور سے حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی اور جناب محترم عنایت اللہ، جناب صاحبزادہ نصیر الدین پوپلزئی، راولپنڈی سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا قاضی ہارون الرشید، تلہ گنگ سے جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے حضرت قاضی فیض احمد، گجرات سے حضرت حاجی اللہ رکھا صاحب، الحاج محمد جمیل، منڈی بہاؤالدین سے مولانا محمد قاسم، لاہور سے جناب پیر طریقت رضوان نفیس، مولانا خالد محمود، قاری ظہور الحق، مولانا سعید وقار، جناب منصور احمد، نعیم صاحب، فیصل آباد سے پیر طریقت سید فاروق ناصر شاہ صاحب، روزنامہ اسلام کے نمائندہ مولانا ذکر اللہ الحسینی، مولانا غازی عبدالرشید، چنیوٹ سے حضرت مولانا سیف اللہ خالد، حضرت قاری عبدالحمید صاحب، الحاج محمد علی، مولانا محمد رضوان صاحب، ملک خلیل احمد، مولانا محمد عارف، سرگودھا سے مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء، مولانا محمد عابد، جھنگ سے مولانا سید مصدوق حسین شاہ، الحاج مقبول احمد، مولانا غلام حسین، چنیوٹ سے قاری محمد افضل، مولانا منیر احمد، حاجی شہادت علی، قاری خوشی محمد، قاری محمد نثار، سیالکوٹ سے مولانا فقیر اللہ اختر، ملتان سے حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد انس، بہاولنگر سے مولانا محمد قاسم رحمانی اور دیگر مہمانانِ گرامی ذی وقار کے ہاتھوں شرکاء کورس نے اسناد اور کتب کے انعامات وصول کیے۔

اس سال بھی حسب سابق تمام شرکاء کورس کے لئے تقریروں کی بھی تربیت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ ابتدائی دنوں سے تقریر شروع کرادی گئی تھیں۔ امسال بھی دس دس شرکاء حضرات پر مشتمل گروپ بنائے گئے جو دن بھر پڑھتے تھے رات کو دن بھر کے اسباق کا خلاصہ بیان کردیتے تھے۔ ابتداء میں یہ نظم مولانا غلام مصطفیٰ اور مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی زیر نگرانی چلتا رہا۔ آخری عشرہ میں مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد قاسم رحمانی بھی اس نظم میں شریک کار رہے۔ تمام گروپس کے ایک ایک ساتھی کا انتخاب ہوکر کل انتیس حضرات تقریری مقابلہ کے لئے مستحق قرار پائے۔ چنانچہ ان حضرات کا تقریری مقابلہ ہوا، ان میں: رول نمبر ۲۳۶: جناب صفوان محمد بن غلام محمد میمن خیر پور میرس (اول)، رول نمبر ۲۱۵: جناب محمد سلمان بن فضل الرحمٰن پشاور (دوم)، رول نمبر ۶۷: حافظ محمد بلال بن نذیر احمد شیخوپورہ (سوم) آئے۔ جنہیں حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی پشاور، حضرت پیر سید صفدر حسین اور حضرت قاضی فیض احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے انعامات دیے۔ اس طرح کورس کی تعلیم مکمل حاصل کرنے اور تینوں امتحانات میں مجموعی طور پر پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب یہ تھے: رول نمبر ۴: جناب حافظ عتیق الرحمٰن بن سیف الرحمٰن لانگ لودھراں نے (اول)، رول نمبر ۲۱: جناب محمد نصیر بن عبدالرشید راولپنڈی (دوم)، رول نمبر ۲۱۲: حیدر علی الطرافی بن گل الرحمٰن الطرافی پشاور (سوم) پوزیشن حاصل کی۔ یوں بین آف دی کورس جناب حافظ عتیق الرحمٰن صاحب قرار پائے۔ امتحان میں پوزیشن ہولڈرز حضرات کو انعامات مولانا صاحبزادہ خلیل احمد، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے اپنے دست شفقت سے عنایت فرمائے۔ حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کے حکم پر حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے اختتامی دعا کرائی۔

مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا صغیر احمد، قاری محمد رمضان، قاری عبیدالرحمٰن، مولانا محمد عمر ساقی، مولانا محمد ابوبکر، جناب محمد یاسین، قاری محمد اصغر اور دیگر اساتذہ حضرات نے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ امسال بھی کورس کے دوران کھانے کی نگرانی مولانا محمد اسحاق ساقی اور مولانا صغیر احمد نے کی۔ موجود اساتذہ کرام نے پرچوں کے نمبر لگائے۔ نتائج کی ترتیب اور اسناد کی تیاری حضرت مولانا غلام رسول دین پوری کی زیر قیادت جناب شیر زمان اور جناب ساجد صاحب نے کی۔ آخری دو روز مکتبہ کا کام حضرت مولانا عبدالرشید غازی کی زیر نگرانی انجام پایا۔ مولانا محمد عمر ساقی اور دوسرے رفقاء آپ کے معاون رہے۔ یوں بخیر و خوبی یہ پروگرام تکمیل کو پہنچا۔ فللحمدللہ!

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ... مناقب و فضائل

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں، کنیت ان کی ابوالحسن تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (چچازاد) بھائی اور آپ کے داماد یعنی آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ سیدۃ النساء کے شوہر تھے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بدر میں خندق میں اور بیعۃ الرضوان میں اور تمام مشاہد میں سوا تبوک کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے، تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اہل و عیال کی نگہداشت کے لئے چھوڑ دیا تھا، تمام مشاہد میں ان سے کار نمایاں ظاہر ہوئے، جب غزوۂ احد میں مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں جھنڈا تھا شہید ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا۔ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ:

"تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

حضرت علی المرتضیٰ کا اسلام:

حضرت علی بن ابی طالب ایک دن کے بعد یعنی جب کہ حضرت خدیجہؓ اسلام لا چکیں اور آپ کے ہمراہ نماز پڑھ چکیں اس کے ایک دن کے بعد آئے وہ کہتے تھے میں نے دیکھا کہ دونوں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت علی نے کہا کہ:

"اے محمد! یہ کیا چیز ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ خدا کا دین ہے جو اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور جس کی تبلیغ کے لئے پیغمبروں کو بھیجا میں تمہیں اللہ کی طرف اور اس کی پرستش کی طرف بلاتا ہوں اور لات و عزیٰ کے انکار کرنے کی ترغیب دیتا ہوں، حضرت علیؓ نے کہا یہ تو ایک ایسی بات ہے جو میں نے آج سے پہلے نہ سنی تھی، لہٰذا میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک ابو طالب سے اس کا ذکر نہ کرلوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ قبل اس کے آپ اپنے معاملہ کا اظہار کرنا چاہیں افشائے راز ہو جائے، پس آپ نے فرمایا کہ: اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو اس راز کو پوشیدہ رکھو، پس حضرت علی اس شب کو خاموش رہے پھر اللہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد شب کو آپ نے مجھ سے کیا فرمایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ کہا تھا کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور لات و عزیٰ کا انکار کردو اور خدا کے ساتھ شرک کرنے سے بری ہو جاؤ۔ حضرت علیؓ نے اس کو منظور کرلیا اور اسلام لائے حضرت ابو طالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے۔"

مجاہد روایت کرتے تھے کہ حضرت علیؓ دس برس کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ کی ہجرت:

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ آپ کے گھر والوں کو لے کر آئیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ جس قدر امانتیں اور وصیتیں آپ کے پاس ہیں، ان کو ادا کر دینا، چنانچہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا، نیز جس شب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اس شب کو حکم دیا تھا کہ میرے بستر پر سو رہو اور فرمایا کہ جب تم میرے بستر پر رہو گے قریش مجھ کو تلاش نہ کریں گے، چنانچہ حضرت علیؓ آپ کے بستر پر لیٹ رہے کفار قریش آپ کے بستر پر نظر لگائے ہوئے تھے، حضرت علی کو اس پر لیٹا ہوا دیکھ کر سمجھتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ جب صبح ہوگئی اور انہوں نے حضرت علیؓ کو اس بستر پر دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد باہر گئے ہوتے تو علی کو ضرور اپنے ساتھ لے جاتے، بس اسی خیال میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش سے باز رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ تم مدینہ میں آکر مجھ سے ملنا، چنانچہ حضرت علیؓ آپ کے گھر والوں کو لے کر چلے شب کو چلتے تھے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے آنے کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلاؤ، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ آنے کی طاقت نہیں رکھتے، پس آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو دیکھ کر لپٹا لیا اور ان کے پیروں کی جو حالت دیکھی کہ ورم کر گئے ہیں اور ان سے خون ٹپ رہا ہے تو آپ ازراہ

محبت رونے لگے، آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے ہاتھ میں لے کر ان کے پیروں پر مل دیا اور ان کو عافیت کی دعا دی، پس اس وقت سے کبھی ان کے پیروں میں کوئی شکایت نہیں ہوئی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں اور لوگ مجھ سے مقدمات کا فیصلہ کرائیں گے، حالانکہ مجھے اس کا کچھ علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب آؤ میں قریب گیا پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا بعد اس کے فرمایا کہ: "اے اللہ! ان کی زبان کو ثابت قدم رکھ اور ان کے قلب کو ہدایت کر" پس قسم اس کی جس نے دانہ سے درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا، اس کے بعد کبھی کسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں مجھے شک نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے تھے کہ دنیا مردار ہے جو شخص دنیا میں کچھ لینا چاہے تو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط کرنے پر اپنے نفس کو مجبور کرے۔ حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ علی بن ابی طالب سے فرماتے تھے کہ: اے علیؓ! اللہ عزوجل نے تم کو ایسی خوبی عنایت فرمائی ہے کہ اس سے بہتر خوبی اپنے بندوں میں سے کسی کو نہیں دی وہ خوبی کیا ہے دنیا کی طرف سے زاہد (یعنی بے رغبت) رہنا تم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم سے کچھ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مساکین کی محبت عنایت فرمائی ہے، وہ تم کو اپنا پیشوا بنا کر خوش ہیں اور تم ان کو اپنا پیرو بنا کر خوش ہو، پس خوشی ہو اس کی جو تم سے محبت رکھے اور تم پر سچ بولے اور خرابی ہو اس کو جو تم سے اے علیؓ بغض رکھے ہے اور تم پر جھوٹ بولے جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں اور تم پر سچ بولتے ہیں وہ (جنت میں) تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور تم پر جھوٹ باندھتے ہیں، اللہ پر حق ہے کہ ان کو قیامت کے دن جھوٹوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑا کرے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کبھی مال جمع نہیں کیا، ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔ حضرت علی صرف چھ سو درہم چھوڑ گئے تھے جس سے انہوں نے ایک غلام خرید لیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول:

"الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃ"

کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ یہ آیت علیؓ بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ان کے پاس چار درہم تھے، ایک انہوں نے شب کو (راہ خدا میں) دیا اور ایک دن کو اور ایک چھپا کر اور علانیہ طور پر۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

"قل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم۔"

ترجمہ: "اے نبی کہہ دو کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے آپس والوں کو تم اپنے آپس والوں کو۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو اور فاطمہؓ اور حسنؓ وحسینؓ کو بلایا اور فرمایا کہ: "یا اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔"

حضرت علیؓ کہتے تھے کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے وہی شخص محبت رکھے گا

فاتح میدانِ خیبرؓ

مولانا نعیم احمد فریدیؒ

علیؓ شیر خدا ہیں فاتح میدان خیبر ہیں — علیؓ شاہ ہدیٰ ہیں، زینت محراب و منبر ہیں
نبیؐ کے ابن عم، اور ان کے داماد مطہر ہیں — ہیں شوہر فاطمہؓ کے، والد شبیرؓ و شبرؓ ہیں
علیؓ روحانیت کے بادشاہ عالی گوہر ہیں — فلک ان کا سلامی ہے، بظاہر بوریئے پر ہیں
علیؓ کے قلب پُر انوار سے یکسر منور ہیں — یہ سارے اولیاء جو ملت بیضا کے رہبر ہیں
علیؓ کا مرتبہ اللہ اکبر کتنا اونچا ہے — کہ جس کو دیکھ کر جن و ملک حیران و ششدر ہیں
پس از شیخینؓ وبعد حضرت عثمانؓ اے ہمدم — علیؓ باقی سبھی اصحاب پیغمبرؐ سے بڑھ کر ہیں

فریدی میں بھی اک ادنیٰ غلام شاہ خیبرؓ ہوں
وہ میرے مرشد و ہادی، مرے آقا و رہبر ہیں

جو مومن ہوگا اور وہی شخص بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: "میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے، وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہو اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہوں، پس سب رات بھر اس کا انتظار کرتے رہے کہ دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے (صبح کو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ نے فرمایا ان کو بلواؤ۔ چنانچہ وہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگادیا اور ان کے لئے دعا کی وہ اچھے ہوگئے گویا کہ وہ درد تھا ہی نہیں، پھر آپ نے ان کو جھنڈا دیا، حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں ان سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ہمارے مثل ہوجائیں؟ آپ نے فرمایا ٹھہرو، جب تم ان کے مقابل پہنچنا تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں خبر دینا اس حق کی جو اللہ کا ان پر ہے اللہ کی قسم اگر اللہ تمہارے ذریعہ سے ایک آدمی کو ہدایت کردے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

ایک شخص حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے پاس آیا اور اس نے کہا: "میں علیؓ سے ایسی محبت رکھتا ہوں کہ ایسی کسی سے محبت نہیں رکھتا، حضرت سعید نے کہا تم ایک ایسے شخص سے محبت رکھتے ہو جو اہل جنت میں سے ہے پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کوہ حرا پر تھے تو آپ نے دس آدمیوں کا جنتی ہونا بیان کیا، ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن مالک حضرت سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام مشہور روایت میں نہیں ہے بلکہ بجائے ان کے سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ کا نام ہے اور سعد بن زید کا نام اس میں چھوٹ گیا ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان میں مواخات کرائی پس علیؓ آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان میں مواخات کرائی مگر میری مواخات آپ نے کسی سے نہیں کرائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور فاطمہؓ اور حسن اور حسین کو ایک کملی اڑھائی بعد اس کے فرمایا کہ: "یا اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت اور میرے مددگار ہیں، یا اللہ! ان سے ناپاکی دور کر اور ان کو خوب پاک کر۔"

حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہو اور ان دونوں سے اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہو وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ جنت میں ہوگا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے (ایک مرتبہ) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنائیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر ابوبکرؓ کو تم خلیفہ بناؤ گے تو ان کو دنیا کی طرف سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو صاحب قوت اور امین پاؤ گے، وہ اللہ کے راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تمہیں راہ راست پر چلائیں گے۔"

حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ کہتے تھے: رسول اللہ! نے فرمایا: "اے علی! تم کعبہ کے مثل ہو (جاؤ) کہ لوگ اس کے پاس آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں جاتا، پس اگر قوم تمہارے پاس آئے اور خلافت تمہارے حوالہ کرے تو قبول کرلینا اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس نہ آئیں تو تم ان کے پاس نہ جانا، یہاں تک کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں گے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں سمجھتا تھا (اس روایت سے بہت عمدہ عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہیں منجملہ ان کے یہ کہ شیخین کی طرف حضرت علیؓ کو کیسا حسن ظن تھا کہ ان کی طرف یہ خیال نہ کیا کہ وہ اپنے کسی عزیز کو خلافت دے جائیں گے، حضرت علیؓ کا اپنے کو سب سے زیادہ مستحق خلافت سمجھنا محض اس وجہ سے تھا کہ عقد خلافت شارع کی طرف سے نہیں ہوا تھا اور شجاعت آدمی کو اس قسم کے خیالات میں اکثر مبتلا کردیا کرتی ہے) کہ سب سے زیادہ خلافت کا مستحق میں ہوں، مگر جب مسلمانوں کا اتفاق ابوبکرؓ پر ہوگیا تو میں نے (ان کے احکام کو) سنا اور اطاعت کی پھر عمر جب زخمی ہوئے میں نے خیال کیا کہ وہ میرے سوا اور کسی کو خلیفہ نہ کریں گے، مگر انہوں نے خلافت کو چھ آدمیوں میں دائر کردیا، جن میں سے ایک میں بھی تھا، پس لوگوں نے عثمان کو خلیفہ بنادیا تو میں نے (ان کے احکام کو بھی) سنا اور اطاعت کی پھر جب عثمان شہید ہوئے لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے بیعت کی، خوشی سے کوئی جبر نہ تھا، پھر انہوں نے میری بیعت توڑ دی تو خدا کی قسم میں نے کچھ چارہ کار نہ دیکھا سوا اس کے کہ تلوار ہاتھ میں لی جائے یا کفر کیا جائے، اس چیز کا جو اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ (ماخوذ از اسد الغابہ، حصہ: ۵) ☆

روزہ... تعمیرِ سیرت کا ذریعہ

اعظم گیلانی

نماز کی طرح روزہ بھی زمانہ قدیم سے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کا لازمی جز رہا ہے، نماز روزمرہ کا عمومی نظام تربیت ہے اور روزہ سال بھر میں ایک ماہ کا غیر معمولی نظام تربیت ہے جو آدمی کو تقریباً ۲۰۷ گھنٹے تک اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجے میں کسے رکھتا ہے تاکہ روزانہ کی تربیت سے جو خرابیاں رہ گئی ہوں وہ دور ہو جائیں۔

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخر شب طلوع سحر کی پہلی علامات ظاہر ہوتے ہی آدمی پر یکایک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک پورے دن حرام رہتا ہے۔ شام آتے ہی حرمت کا بند اچانک ٹوٹ جاتا ہے، جو چیزیں ایک لمحہ پہلے تک حرام تھیں اب حلال ہو جاتی ہیں تا آنکہ دوسرے روز کی مقررہ ساعت آجاتی ہے۔ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور ایک مہینہ تک مسلسل اس کی تکرار جاری رہتی ہے، گویا پورے تیس دن انسان ایک شدید ترین ڈسپلن کے تحت رہتا ہے۔

احساس بندگی:

اس نظام تربیت پر غور کرنے سے جو بات پہلی نظر میں واضح ہو جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام اس طریقے سے انسان کے شعور میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم کرنا چاہتا ہے اور اس شعور کو اتنا مستحکم بنا دیتا ہے کہ احکام الٰہی کے روبرو انسان اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار جائے۔ خدا کا وجود محض ایک مابعد الطبیعی عقیدہ نہ رہے بلکہ عملی زندگی میں محسوس اور کار فرما ہو جائے۔ کفر اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خدا کے مقابلے میں اپنے آپ کو خود مختار محسوس کرے اور اس کے مقابلے میں اسلام یہ ہے کہ انسان ہر آن اپنے آپ کو خدا کا بندہ اور محکوم محسوس کرے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ نماز کا مقصد اس شعور بندگی کی یاد دہانی ہے، اسی طرح رمضان کے روزے سال میں ایک مرتبہ پورے ۲۰۷ گھنٹے پیہم اس شعور کو ذہن پر قائم رکھتے ہیں تاکہ سارے سال انسان کے ذہن پر اس کے اثرات قائم رہیں۔

اطاعت امر:

احساس بندگی کے ساتھ ساتھ جو چیز لازمی پیدا ہوگی وہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو جس خدا کا بندہ سمجھ رہا ہے، اس کی اطاعت کرے۔ ان دونوں میں فطری طور پر ایسا ربط ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ آپ جس کی خداوندی کا اعتراف کریں گے لازماً اطاعت بھی اسی کی کریں گے اور احساس بندگی جس درجہ شدید ہوگا اطاعت امر بھی اتنی ہی شدت سے ہوگی۔ چنانچہ روزے کا مقصد احساس بندگی کی یاد دہانی کے ساتھ ساتھ اطاعت امر کی تربیت دینا بھی ہے۔ روزہ انسان کو مہینہ مہینہ بھر کئی کئی گھنٹے اس حالت میں رکھتا ہے کہ اس کو اپنی ابتدائی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی خداوند عالم سے اذن و اجازت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اپنی خواہش ہو یا دوسروں کی، انسان بلا اذن خداوندی روزہ نہیں چھوڑ سکتا، اس طرح اس کی اطاعتیں ہر طرف سے سمٹ کر ایک مرکزی اقتدار کی طرف پھر جاتی ہیں۔

روزے میں اگرچہ بہ ظاہر صرف خواہشات (غذا اور صنفی خواہش) پر پابندی لگائی گئی ہے لیکن اس کی اصل روح یہ ہے کہ انسان پر بندگی کا احساس پوری طرح رہے۔ اس کے بغیر اگر انسان محض بھوکا پیاسا رہ لے تو یہ روزہ لاش کی طرح بے روح ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو خدا کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

"کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا نہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

ان دونوں احادیث میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزے کا مقصد بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت ہے۔

تعمیر سیرت:

روزے کا تیسرا مقصد انسان کی سیرت کی تعمیر ہے۔ اس سیرت کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ سے مراد کوئی خاص شکل و صورت اختیار کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن اس کو بڑے وسیع مضمون میں استعمال کرتا ہے وہ پوری انسانی زندگی کے ایسے رویے کو تقویٰ کے نام سے تعبیر کرتا ہے جس کی بنیاد احساس بندگی اور ذمہ داری پر ہو (اس کے مخالف رویے کا نام قرآن کی رو سے فجور ہے) دنیا کے فساد کا سبب فجور ہے اور دیگر عبادات کی طرح روزے کا مقصد بھی یہ ہے کہ انسان میں فجور کے رجحانات ختم کیے جائیں اور تقویٰ کو نشوونما دیا جائے۔ اب دیکھیے کہ روزہ کس طریقے سے اس کام کے سرانجام دینے میں مدد دیتا ہے۔

ایک شخص سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے تم پر پابندی لگائی ہے کہ صبح سے شام تک کچھ نہ کھاؤ، نہ

صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی اکل و شرب سے پرہیز کرو، اب ایسی صورت میں اگر کوئی شخص روزے کی تمام شرائط پوری کرتا ہے تو غور کیجئے کہ اس کے نفس میں کس قسم کی کیفیات ابھرتی ہیں:

اول: تو یہ کہ اسے خدا کے عالم الغیب ہونے کا پورا یقین ہے اور یہی یقین ہے جو اسے تنہائی میں بھی روزے کے حدود کا پابند رکھتا ہے۔

دوم: اس کو آخرت اور حساب و کتاب پر پورا ایمان ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی شخص ۱۲ یا ۱۴ گھنٹے بھوکا نہیں رہ سکتا۔

سوم: اس کے اندر اپنے فرض کا احساس ہے، بغیر اس کے کہ کوئی شخص اس پر کھانے پینے کی پابندی لگائے اس نے خود سے اپنے اوپر یہ پابندی عائد کر لی۔

چہارم: مادیت اور روحانیت کے انتخاب میں اس نے روحانیت کو منتخب کر لیا اور دنیا اور آخرت کے درمیان ترجیح کا سوال جب اس کے سامنے آیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی۔ اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ اخلاقی فائدے کی خاطر مادی نقصان برداشت کر لیا۔

پنجم: وہ اپنے آپ کو اس معاملے میں آزاد نہیں سمجھتا کہ سہولت دیکھ کر مناسب موسم میں روزے رکھ لے بلکہ جو بھی وقت مقرر کیا گیا ہے، اس نے اس کی پابندی کی ہے۔

ششم: اس میں صبر و استقامت، تحمل، یکسوئی اور دنیوی تحریصات کے مقابلے کی طاقت کم از کم اتنی ہے کہ رضائے الٰہی کے بلند نصب العین کی خاطر وہ ایک ایسا کام کرتا ہے جس کا نتیجہ مرنے کے بعد دوسری زندگی پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔

یہ کیفیات جو روزہ رکھنے کے ساتھ انسان کی زندگی میں ابھرتی ہیں، روزوں میں عملاً ایک طاقت بن جاتی ہیں اور ہر سال ایک ماہ روزہ رکھنے پر انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں۔

ضبط نفس:

اس تربیت کے ضابطے میں کسنے کے لئے دو خواہشوں کو خاص طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ یعنی بھوک اور جنسی خواہش اور ان کے ساتھ تیسری خواہش، آرام کرنے کی خواہش بھی زد میں آجاتی ہے، اس لئے کہ تراویح پڑھنے اور سحری کے لئے اٹھنے سے اس پر بھی کافی ضرب پڑتی ہے۔

بقائے نفس کے لئے غذا اور آرام اور بقائے نسل کے لئے توالد و تناسل حیوانی زندگی کے مطالبات میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتے ہیں۔ انسان کے حیوانی جسم کے اہم ترین مطالبات یہی ہیں اور چونکہ وہ ذرا اونچے قسم کا حیوان ہے، لہٰذا وہ صرف غذا ہی نہیں مانگتا بلکہ اونچی قسم کی اور نت نئی غذائیں تلاش کرتا ہے۔ یہی حال دیگر خواہشات کا ہے کہ ان میں بھی انسان کا مطالبہ محض جسمانی تسکین نہیں رہ جاتا، ہزاروں نزاکتیں اور باریکیاں نکل آتی ہیں، اب اگر انسان کا مطمح نظر یہ بن جائے کہ کس طرح ان خواہشات کی تسکین کرتا رہے تو یہ خواہشات نفس انسانی پر سوار ہو جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف اگر انسان ارادے کی باگیں مضبوطی سے تھامے رہے تو ان خواہشات کو اپنے پیچھے اور مرضی کے مطابق چلا سکتا ہے۔ روزے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد انسان کو اس کے حیوانی جسم پر اقتدار بخشنا ہے۔ مذکورہ بالا تین خواہشات جو انسان کی تمام حیوانی خواہشات میں سب سے زیادہ اہم ہیں، روزہ ان تینوں کو گرفت میں لے لیتا ہے اور ان کے منہ میں مضبوط لگام دے کر رسی ہمارے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ تیس دن کی مسلسل مشق کا مقصد یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہمارا نفس ہم پر غلبہ حاصل کر لے ہم اپنے خادم پر پورا اقتدار حاصل کر لیں، جس خواہش کو چاہیں روک دیں اور اپنی جس قوت سے جس طرح چاہیں کام لے سکیں اس لئے کہ وہ شخص جسے اپنی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی کبھی عادت نہ رہی ہو اور جو نفس کے ہر مطالبے پر بے چوں و چرا سر جھکا دینے کا خوگر رہا ہو اور جس کے لئے حیوانی جبلت کا داعیہ ایک فرمان واجب الاذعان کا حکم رکھتا ہو، دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا۔

یہاں روزے اور غیر اسلامی نفس کشی کی مشقوں کا اصولی فرق ذہن میں رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ دوسری قسم کا اقتدار تو دراصل ایسی جاہل، مطلق العنان خودی کا استبداد ہے جو اپنے سے بالاتر کسی حاکم کی مطیع اور کسی ضابطہ و قانون کی پابند نہیں ہے، اس اقتدار کے لئے انسان خود اپنی فطرت سے لڑتا ہے اور جسم اور نفس سے ان کے جائز حقوق چھینتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی روزہ جس خودی کو نفس اور جسم پر اقتدار دیتا ہے وہ مطلق العنان خودی نہیں بلکہ خدا اور اس کے قانون کی اطاعت کرنے والی خودی ہے۔ ایسی خودی جو خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت، علم اور کتاب منیر کی رہنمائی میں چلنے والی ہے، وہ خدا کے دیئے ہوئے نفس و جسم کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتی بلکہ اسے خدا کی امانت مان کر اس پر خدا کی منشا کے مطابق حکومت کرتی ہے۔ ایسی خودی کا حامل اپنے جسم پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کو تمام جائز راحتیں بہم پہنچاتا ہے لیکن وہ اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو توڑ ڈالے۔

اجتماعی اثرات: یہاں تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ افراد کی تربیت سے متعلق تھا، ہم نے دیکھا کہ:

اول: اس تربیت کے ذریعے سے جماعت کے ہر فرد کو خداوند عالم کی حاکمیت کے مقابلے میں اپنی خود مختاری سے عملاً دست بردار ہو جانے کے لئے تیار کیا جائے۔

دوم: ہر فرد کے ذہن میں خدا کے عالم الغیب والشہادۃ ہونے اور آخرت کی باز پرس کا عقیدہ عملی مشق و تمرین کے ذریعے اس طرح جاگزین کر دیا جائے کہ وہ

خود اپنی شخصی ذمہ داری کے احساس کی بنا پر (نہ کہ خارجی دباؤ کی وجہ سے) قانون الٰہی کی اطاعت کرنے لگے۔

سوم: ہر فرد میں روح پھونک دی جائے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت سے اعتقاداً عملاً منکر ہو جائے اور اس کی بندگی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے۔

چہارم: ہر فرد کی اخلاقی تربیت اس طرح کی جائے کہ اسے اپنی خواہشات پر مکمل اقتدار حاصل ہو جائے اور اس میں صبر و تحمل، جفاکشی، توکل علی اللہ، ثابت قدمی و یکسوئی کی صفات پیدا ہو جائیں اور اس کے کردار میں تی قوت آ جائے کہ وہ خارجی ترغیبات و رمیلانات نفس کا مقابلہ کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ روزے ہر عاقل و بالغ فرد پر فرض کئے گئے ہیں، اگرچہ ضروری نہیں کہ تمام افراد میں مندرجہ بالا خصوصیات بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں جو اس سے پیدا کرنی مطلوب ہیں۔ اس لئے کہ خارجی عوامل کے علاوہ ذاتی استعداد اور خواہش بھی ضروری ہے، لیکن خارجی طور پر اس سے بہتر نظام تربیت دنیا میں ممکن نہیں ہے۔

اجتماعی فوائد: اگرچہ روزہ انفرادی فعل ہے لیکن نماز کے باجماعت ہونے کی وجہ سے جس طرح نماز اجتماعی فعل بن جاتی ہے، اسی طرح روزہ رکھنے کے لئے ایک خاص مہینے کے تقرر نے اس فعل کو ایک اجتماعی عمل بنا دیا ہے۔ اس حکیمانہ تدبیر سے روزے کے اخلاقی و روحانی منافع میں جو اضافہ ہوا ہے، اس کی طرف یہاں چند مختصر اشارات کئے جاتے ہیں:

تقویٰ اور پاکیزگی کی فضا:

اس عمل کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک خاص قسم کی نفسیاتی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص انفرادی طور پر کسی ذہنی کیفیت کے تحت کوئی کام کر رہا ہو اور اس کے گرد و پیش دوسرے لوگوں میں وہ ذہنی کیفیت نہ ہو تو وہ اس ماحول میں اجنبی بن کر رہ جائے گا اور ماحول نہ صرف یہ کہ اس کے بڑھانے میں کوئی مدد نہ دے گا بلکہ اس کی کیفیت کو گھٹا دے گا، لیکن اگر پورے ماحول پر وہی فضا طاری ہو اور تمام لوگ ایک ہی خیال اور ایک ہی ذہنیت کے ماتحت ایک ہی عمل کر رہے ہوں تو معاملہ برعکس ہوگا۔ اس وقت ایک ایسی اجتماعی فضا بن جائے گی، جس میں پوری جماعت پر وہی ایک کیفیت چھائی ہوئی ہوگی اور ہر فرد کی اندرونی کیفیت ماحول کی خارجی اعانت سے غذا لے کر بے حد و حساب بڑھتی چلی جائے گی۔ ایک ایک سپاہی کا الگ الگ جنگ کرنا اور مہالک جنگ کا برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے؟ لیکن جہاں فوج کی فوج ایک ساتھ مارچ کر رہی ہو وہاں جذبات شہادت و حماست کا ایک طوفان امنڈ آتا ہے، جس میں ہر سپاہی مستانہ وار بہتا چلا جاتا ہے۔

روزے کے لئے رمضان کا مہینہ مقرر کر کے شارع نے یہی کام لیا ہے، جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ ہر غلہ اپنا موسم آنے پر خوب پھلتا پھولتا ہے اسی طرح رمضان کا مہینہ گویا خیر و صلاح اور تقویٰ و طہارت کا موسم ہے، جس میں برائیاں دبتی اور نیکیاں پھلتی پھولتی ہیں۔ اسی لئے احادیث میں آیا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

جماعتی احساس:

اجتماعی عمل کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں فطری اور اصلی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ نسل یا زبان کا اشتراک فطری قومیت پیدا نہیں کرتی۔ آدمی کا دل صرف اسی سے ملتا ہے جو خیالات اور عمل میں اس سے ملتا ہے یہی وہ اصلی رشتہ ہے جو دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے، جب کوئی شخص اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو ذہنیت اور عمل میں اپنے سے مختلف پاتا ہے تو صریح طور پر اپنے آپ کو ان کے درمیان اجنبی محسوس کرتا ہے، مگر جب بہت سے لوگ مل کر ایک ہی ذہنی عمل کے ساتھ ایک ہی عمل کرتے ہیں تو ان میں باہمی یگانگت، رفاقت، یکجہتی اور برادری کے گہرے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ نیکی ہو یا بدی دونوں صورتوں میں اجتماعی نفسیات اسی طرح کام کرتی ہے، مگر فرق یہ ہے کہ بدی کے راستے میں افراد کی نفسیات کا دخل رہتا ہے، جس کا فطری میلان فرد فرد کو پھاڑ کر الگ کر دینے کی طرف ہے۔ اس بنا پر برادری مستحکم نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف نیکی کے راستے میں نفسانیت دبتی ہے اور نیک خیالات و افعال کا اشتراک بہترین رشتۂ اخوت پیدا کر دیتا ہے۔

امداد باہمی کی روح:

اس اجتماعی عبادت کا تیسرا زبردست کام یہ ہے کہ یہ عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک سطح پر لے آتی ہے، اگرچہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب، لیکن روزہ چند گھنٹوں کے لئے امیر پر بھی وہی کیفیت طاری کر دیتا ہے جو اس کے فاقہ کش بھائی پر گزرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت حقیقی طور پر محسوس کرتا ہے اور خدا کی رضا کا جذبہ اسے غریب بھائیوں کی مدد پر اکساتا ہے، جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکلیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہو اور جہاں صرف امداد ہی کو خیرات نہ دی جاتی ہو بلکہ فرداً بھی حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہو وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور حصے تباہ ہونے سے بچ جاتے ہیں اور اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے بلکہ غربت اور امارت میں حسد و نفرت کے بجائے محبت اور شکر گزاری کے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور وہ طبقاتی کشمکش کبھی رونما نہیں ہو سکتی جو ان قوموں میں برپا ہوتی ہے، جن کے مال دار لوگ جانتے ہی نہیں کہ فقر و فاقہ کیا چیز ہوتی ہے اور جو قحط کے زمانے میں تعجب سے پوچھتے ہیں کہ لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں؟ انہیں روٹی نہیں ملتی تو وہ کیک کیوں نہیں کھاتے؟؟ ☆☆☆

سیرت و تاریخ نگاری اور علماء دیوبند

مولانا عبدالرشید بستوی (استاذ حدیث جامعۃ الامام انور شاہ، دیوبند)

سخن ہائے گفتنی:

دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ سو سالہ مدت پر پھیلی ہوئی مشکل جہتی خدمات کا احاطہ کرنے کے لئے ایک وسیع دفتر اور لمبا زمانہ درکار ہے۔ اس مقالہ کی تنگ دامانی کے باعث یہاں ان خدمات کے صرف ایک پہلو کا غیر جانبدارانہ تجزیہ و تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ایک گوشہ کے بھی تمام تر نقوش کو نمایاں اور اس کے خدوخال کو کما حقہ اجاگر کرنا مشکل ہے، اس لئے یہاں اس حوالہ سے ممتاز، مستند معروف اور نمایاں چند کتابوں کے تعارف پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے:

دارالعلوم دیوبند جو درحقیقت دین اور علم دین کے جملہ اہم میدانوں کے لئے رجال کار، مجددین، مفسرین، محدثین، فقہاء، دعاۃ و مصلحین، مجاہدین و قائدین اور عباقرہ شخصیات کی تربیت گاہ سے عبارت ہے۔ اس سے وابستہ افراد نے سیرت نبوی، تراجم صحابہؓ، تاریخ اسلام اور تاریخ اہل اسلام پر مختلف جہات اور متعدد نوعیات سے تدریسی، خطابی، تالیفی، تصنیفی، علمی و تحقیقی، تعریبی اور تشریحی گراں بہا کارنامے انجام دیئے۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی جداگانہ شناخت، منفرد انداز علیحدہ مقام و مرتبہ ہے۔ زیر نظر سطور میں تدریسی و خطابی خدمات سے صرف نظر کرکے صرف تصنیفی و تالیفی کاوشوں پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

سیرت نبوی:

سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، نیز تاریخ اسلام اور تاریخ اہل اسلام پر علماء اور فضلاء دارالعلوم نے جو تصنیفی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، انہیں حسب ذیل حصوں میں تقسیم کیا جارہا ہے:

۱… مستقل تالیف، ۲… عربی سے اردو میں ترجمہ (تارید)، ۳… اردو سے عربی میں ترجمانی (تعریب)، ۴… تحقیق و تحشیہ، ۵… تہذیب و تلخیص، ۶… منظوم کلام۔

اس ذیل میں جن حضرات علماء دیوبند نے خدمات انجام دی ہیں، ان کی فہرست بڑی طول طویل ہے۔

تصنیفات و تالیفات:

مقالہ ہٰذا میں سیرت نبوی، تاریخ اسلام و اہل اسلام پر صرف مستقل تالیفات کا ہی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱… نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، اردو:

تالیف: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، اس کتاب میں حضرت تھانویؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح، حالات واقعات اور معاشرت ایسے پرتاثیر اور دل سوز انداز پر بیان کی ہے، جس سے پڑھنے والے کے دل و دماغ میں عشق نبوی کی آگ بھڑکنے لگتی ہے، اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور وہ شریعت کی پابندی کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ نہ سجع و مقفی عبارتیں، نہ بھاری بھرکم تعبیرات، نہ دقیق و پیچیدہ اصطلاحات اور نہ آج کل کی طرح بے پڑھے اور دیکھے حوالہ جات، اردو عربی عبارات و اقتباسات کی بھرمار۔ سیدھی سادی زبان، عام فہم اسلوب اور سلیس طرز بیان "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کی مصداق۔ سیرت نبوی پر عظیم و ضخیم صدہا کتابیں عربی میں لکھی جاچکی ہیں، زیر تعارف کتاب ان سب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، اس کے تمام مندرجات مستند اور صحیح روایات پر مشتمل ہیں۔ (نشر الطیب میں درج جملہ احادیث و آثار کی اصل عربی متن کے ساتھ مکمل تخریج، حال ہی میں دارالعلوم مائلی والا، بھروچ گجرات کی طرف سے ادارہ کے مہتمم صاحب قلم منتظم محترم مولانا اقبال محمد ٹنکاروی کی زیر نگرانی دیدہ زیب کتابت و طباعت کے ساتھ اشاعت پذیر ہوچکی ہے۔ اس تخریج کے بعد کتاب ہٰذا کی قدر و قیمت، اہمیت و افادیت اور استنادی حیثیت دوچند ہوگئی ہے۔ تخریج کے ساتھ اگر نشر الطیب کی تعریب بھی ہوجاتی تو افادیت زیادہ ہمہ گیر ہوجاتی۔ ع۔ بستوی)۔

۲… سیرت رسول، اردو:

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانیؒ، مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند۔ متوسط سائز کے تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل، اس کتاب میں غزوات و سرایا سے اعتناء کم کیا گیا ہے، بلکہ بنیادی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق، عمدہ معاشرت، خانگی زندگی، اپنوں کے ساتھ برتاؤ اور غیروں کی بابت آپ کے حسن سلوک کو صحیح روایات کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔

۳… خاتم النبیین، فارسی:

تالیف: حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ، متوسط سائز، صفحات تقریباً ۳۰۰، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن امتیازات و کمالات اور خصوصیات و تشریفات سے نوازا

گیا اور آپ کے تاج عظمت کو جن لعل و گہر سے سجایا گیا، ان میں درِ شہوار کی حیثیت آپ پر ختم نبوت و رسالت کی ہے۔ جاہ پسندوں، ہوس پرستوں اور مبتلائے غرور و عُجب کج فطرت لوگوں نے ہمیشہ اسی ختم نبوت ہی پر ناروا حملے کئے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جھوٹے مدعیان نبوت، درجنوں پیدا ہوئے اور ان میں سے ہر ایک نے آپ کے اسی امتیازی شرف سے کھلواڑ کرنے کی مذموم کوشش کی۔ یہ ناپاک سلسلہ صحرائے عرب کے بدترین کذاب مسیلمہ سے شروع ہوکر، ہندوستان کے کذاب اعظم مرزا غلام احمد قادیانی تک دراز ہے۔ حضرت علامہ کشمیریؒ نے عمر کے آخری دنوں میں کذاب قادیان کے دعوائے نبوت کی تردید و ابطال اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت و رسالت کی بابت ایک سو دلائل کتاب و سنت، آثار و اقوال صحابہ کرامؓ اور اجماع امت سے پیش کئے اور یہ کتاب اس وقت اپنے وطن کشمیر میں رائج فارسی زبان میں تالیف کی، آپ سے پہلے کسی عالم نے ختم نبوت پر ایک سو مستند دلائل بیان نہ کئے تھے۔ ضرورت و افادیت کے پیش نظر پہلے اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (پاکستان، کراچی) نے کیا، پھر اسی کو سامنے رکھ کر احقر نے حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی ہدایت و ایماء پر عربی میں اسے منتقل کیا۔ یہ عربی ترجمہ کئی سال پہلے جامعہ امام انور، دیوبند سے شائع ہوچکا ہے۔

۴:... سیرت المصطفیٰ، اردو:

۳ جلدیں، تالیف حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، اردو زبان میں سیرت نبوی پر سب سے مستند، معتبر اور قدرے مفصل کتاب۔ مولانا کاندھلویؒ نے اردو کے بعض سیرت نگاروں کی طرح تاریخی کتب میں درج روایات، آنکھ بند کرکے اعتماد نہ کرتے ہوئے انہیں احادیث کی روشنی میں جانچا، پرکھا اور "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے تحت صحیح و معتبر روایات اور احادیث پر مشتمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی پیش کی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی جن تعلیمات یا حالات پر غیروں نے انگشت نمائی کی، اس کا نہایت تحقیقی اور معقول جواب تحریر کیا، اسی طرح اسلامی تعلیمات پر بھی بڑی چشم کشا اور بصیرت افروز گفتگو کی، نیکیوں کی برکات اور برائیوں کی نحوست، نیز غزوۂ احد میں شکست کے اسباب اور اس میں مضمر اسرار و رموز اور کتب سابقہ میں آپ کی نبوت و بعثت کی پیشین گوئیوں پر مولانا کاندھلویؒ کی تحریر بڑی معرکۃ الآراء ہے۔ علاوہ ازیں مولانا کاندھلویؒ نے بعض اردو سیرت نگاروں کی طرف سے ان کی کتابوں میں درج، غیر مستند معلومات و مباحث کا بھرپور علمی و تحقیقی تعاقب بھی کیا ہے۔

۵:... سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، اردو:

تالیف: حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندیؒ، اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی و مدنی زندگی، دونوں جگہوں کے پیش آمدہ حالات و واقعات، دشمنان دین کا آپؐ کے خلاف معاندانہ رویہ، جواب میں آپ کی طرف سے عفو و درگزر بلکہ عطاء و بخشش، کرم و نوازش، ہمدردی و غمگساری کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور مفتوح اقوام کی بابت آپ کا طرز عمل، دلکش پیرایہ اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، دوسری کتابوں کی طرح کتاب ہذا میں بھی مولانا کے قلم نے علم و تحقیق میں کوئی کسر فروگزاشت نہیں کی۔

۶:... تاریخ الاسلام، اردو:

تالیف: حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندیؒ۔ اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ساتھ ساتھ اسلام کی پوری تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ذیل میں اسلام کے نظام حکومت، نظام معاشرت، جنگ و امن، صلح و آشتی، مجاہدین و غازیان کی تجہیز، شہداء کے اہل خانہ کی کفالت و نگہداشت، اسی طرح اسلام کے نظام مالیات (زکوٰۃ و صدقات) پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ خلفائے راشدین کے انتخاب و طرز انتخاب، ان کے طرز حکومت، ان کے عہد میں کی جانے والی اصلاحات و فتوحات وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

۷:... مقالات سیرت، اردو:

تالیف: حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ افغانی۔ حضرت علامہ کشمیریؒ کے نمایاں ترین شاگرد، ذہین و ذکی، اور کثیر المطالعہ عالم دین تھے۔ سیرت نبوی کے مختلف گوشوں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تین ادوار: ابتدائے بعثت تا ۵ر نبوی ۶ر تا ۱۰ر نبوی اور ۱۱ تا ۱۳ر نبوی کے حالات، مہاجرین حبشہ، ان کی مہاجرت کی مدت میں پیش آمدہ مسائل و مشکلات، ان کی مکہ مکرمہ آمد، پھر حبشہ کی دوبارہ اور بعد میں مدینہ منورہ واپسی، ریاست مدینہ کے قیام، اس کے لازمی عناصر ترکیبی، خدوخال، یہود کے ساتھ معاہدہ اور اس کی دفعات، مدنی زندگی میں پیش آمدہ غزوات و سرایا، ان کے پس منظر اور ان کے نتائج و ثمرات پر نہایت تحقیق کے ساتھ الگ الگ مقامات میں بحث کی گئی ہے۔ یہ مقالات حضرت مولانا افغانیؒ کے برسہا برس مطالعہ اور علم و تحقیق کا آئینہ دار ہیں، برسوں سے پاکستان کے مختلف مکتبات کی طرف مسلسل چھپ رہے ہیں اور "مقالات افغانی" کے نام سے موسوم ہیں۔ تحقیق و ریسرچ کا کام کرنے والوں کے لئے بالخصوص یہ مقالات نہایت مفید اور لائق مطالعہ ہیں۔

۸:... سیرت خاتم الانبیاء، اردو:

تالیف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی پاکستانیؒ۔ یہ کتاب درحقیقت سیرت نبوی کے حوالے سے لکھی جانے والی درسی و نصابی کتاب ہے۔ اسی کے پیش نظر حضرت مفتی صاحبؒ نے سہل زبان اور آسان

تعبیر استعمال کی ہے۔ اس کتاب میں درج کوئی بات کمزور یا درجۂ استناد سے فروتر نہیں ہے۔ تالیف کا مقصد یہ ہے کہ مسلم طلباء کے ذہن میں ابتداء سے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے تابندہ نقوش زندگی راسخ ہو جائیں اور ان کے دل و دماغ حب نبوی سے سرشار رہیں۔ خیال رہے کہ یہ کتاب دارالعلوم دیوبند سمیت، ہند و پاک کے بہت سے دینی و عصری مدارس میں داخل نصاب ہے۔

۹:... سیرت رسول کریم ﷺ، اردو

تالیف: حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے ان گوشوں کو بطور خاص اجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق دوسری اقوام و مذاہب سے وابستگی رکھنے والے افراد سے ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کا یہ گوشہ دعوت اسلام کے حوالے سے نہایت و بیش قیمت، بارآور اور موثر ہے۔ اس کتاب کا دنیا کی دیگر زبانوں: انگریزی، چینی اور ہندی میں ترجمہ وقت کی ضرورت اور اہم خدمت ہے۔ چونکہ مولانا سیوہاروی پختہ عالم دین اور شگفتہ نثر نگار ہونے کے ساتھ، قد آور سیاسی قائد اور سماجی رہنما بھی تھے اور اس حوالے سے ان کے تعلقات غیر مسلموں سے بھی تھے، اس لئے انہوں نے ان تمام امور کو ذہن میں رکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ان گوشوں کا انتخاب کیا ہے جن میں غیروں کے لئے مثالی پیغام اور موثر دعوت کا رنگ ہو۔

۱۰:... اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، اردو:

تالیف: مولانا سیوہارویؒ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکارم اخلاق اور فضائل عادات کی تکمیل کے مقصد سے مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ کے انہی کریمانہ اخلاق کی تفصیل و تشریح قرآن کریم ہے۔ اخلاق کسے کہتے ہیں؟ اس کے کتنے مراتب و مدارج، انواع و اقسام اور کتنے گوشے ہیں؟ اچھے اخلاق کے ثمرات و اثرات کیا ہوتے ہیں اور بُرے اخلاق کے نتائج کس قدر خوفناک؟ حضرت مولانا سیوہارویؒ نے ان امور پر بڑی مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ اردو زبان میں اس حوالے سے یہ کتاب بڑی اہمیت و افادیت اور انفرادیت کی حامل ہے۔ نیز اسلام کے فلسفۂ اخلاق سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ایک قیمتی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۱:... خلق عظیم، اردو:

تالیف: حضرت مولانا حامد الانصاری غازیؒ، اردو زبان کے سحر انگیز نثر نگار اور اپنے وقت کے ممتاز صحافی و انشاء پرداز تھے۔ یہ کتاب آپ کی شگفتہ ادبی تحریر کی عکاس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی ترجمان ہے۔ اگر آپ کے اخلاق و عادات کو مرتب و مطیر س انداز میں پڑھنا اور دیکھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ زبان اتنی شگفتہ ہے کہ انسان پڑھتا جائے اور کتاب کے معانی کے ساتھ ساتھ الفاظ کی ندرت ترکیب سے لطف اندوز ہوتا جائے۔

۱۲:... سیرت رسول اعظم ﷺ، ۱۳:... نبی عربی، اردو:

تالیف: حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھیؒ۔ قاضی صاحب پختہ قلم مصنف، مستند سیرت نگار و تاریخ داں اور کثیر المعلومات عالم دین تھے۔ سیرت نبوی پر آپ کی یہ دونوں کتابیں اس زریں سلسلہ کی نمایاں کڑیاں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی زندگی میں کیا کیا اور کتنا دیرپا انقلاب عظیم برپا کیا، آپ نے ان کے پورے سماجی اور معاشرتی حالات کو کس طرح بدل کر رکھ دیا، ان کے دل و دماغ میں پیوست صدیوں پرانے غلط اور انسانیت سوز رسوم و خرافات کی کس طرح بیخ کنی کی، ان کو ہر قسم کے شر و فساد کے گڑھے سے نکال کر خیر و صلاح کا انہیں کتنا بلند قامت مینار بنا دیا اور گم کردہ راہ انسانیت کو کس کس طرح، دین و دنیا کی شاہراہ اعتدال اور صراط مستقیم پر گامزن کر کے، انہیں ساری دنیا کے لئے رہبر و رہنما بنا دیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی یہ دونوں کتابیں اس حوالے سے بہت ممتاز اور اہم ہیں۔

۱۴:... النبی الخاتم، اردو:

تالیف: حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ۔ مولانا گیلانیؒ اپنے ذوق و ادب، شوق علم، کثرت مطالعہ، دقت نظری اور وسعت فکری میں اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز تھے۔ آپ کا گہربار قلم ہر علم و فن میں یکساں چلتا اور علم و تحقیق کے گلدستے پیش کرتا ہے۔ سیرت نبوی میں آپ کی یہ کتاب منفرد، البیلی ہے اور ترکیب اتنی پرکشش کہ آدمی پڑھتا جائے اور سیرت نبوی کے عشق میں ڈوبتا جائے۔ مسحور کن ادبی طرز و انداز کے رسیا افراد اس کتاب کو پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس طرز و انداز کی دوسری کتاب "دُرِّ یتیم" ماہر القادریؒ پاکستان کی ہے۔ مولانا گیلانیؒ کی کتاب "دُرِّ یتیم" پر ایک گونہ امتیاز اور تفوق رکھتی ہے۔

۱۵:... اخلاق رسول اکرم ﷺ، اردو:

تالیف: مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمیؒ، مولانا اخلاق حسین قاسمی، دہلی مرحوم کی منفرد و ممتاز اور ٹکسالی زبان کے آخری نمائندہ و ترجمان تھے۔ انہوں نے متعدد علمی، دینی و تاریخی کتابیں لکھیں جو حلقۂ علم و فکر میں مقبول ہوئیں۔ ان کی یہ کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات مبارکہ کا احاطہ نہیں کرتی، بلکہ صرف آپ کے کریمانہ اخلاق سے بحث کرتی ہے، چونکہ زبان دلکش، بلیغ اور شستہ ہے، اس لئے قاری کے لئے نہایت مفید اور اس پر اثر انداز بھی ہوتی ہے۔ ترتیب اور بیان و قوت منطقی ہے۔ زندگی کے مختلف اوقات میں مختلف المزاج والا قربان لوگوں کے ساتھ، آپ نے جو حسن سلوک روا رکھا اور جس کی آپ نے امت کو تعلیم دی، یہ کتاب ان سب امور پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے، اپنے تحقیقی مضامین کے حوالہ سے یہ کتاب، اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتابوں میں ممتاز مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔ (جاری ہے)

انسانیت کا ختم ہو جانا بھی عذاب ہے!

مولانا شمس الحق ندوی

لوگ کہتے ہیں کہ عالمی پیمانے پر بگاڑ و فساد کے باوجود خداوندی عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا، عذاب کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں، خالق کائنات کی قدرت بے پایاں ہے: "کل یوم ھو فی شان" اس کی شان خدائی کا ظہور نئی نئی صورتوں میں ہوتا ہے، اس لئے عذاب بھی ایسی ایسی شکلوں میں آتا ہے جن کو لوگ عذاب کی معروف شکلوں میں نہیں دیکھتے اور نہ بظاہر وہ عذاب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ بسا اوقات عذاب کی معروف شکلوں سے بھی زیادہ خوفناک و اذیت ناک ہوتا ہے، ایک شخص کو ہم تندرست و توانا دیکھتے ہیں، نہ کہیں درد ہے نہ بخار لیکن وہ عجیب خوف و گھبراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے، مایوسی، خطرات و حوادث کے وساوس اس کو گھیرے رہتے ہیں۔

مثلاً یورپ کا سماجی، معاشرتی اور خاندانی شیرازہ جس طرح منتشر ہوا ہے، مرد و عورت دونوں ہی صنفیں جس طرح تنہائی و بے کسی محسوس کر رہی ہیں، حتی کہ انس و محبت جو فطرت انسانی میں داخل ہے، اس کو حاصل کرنے کے لئے کتوں کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئی ہیں کہ کتا اپنے آقا کا وفادار ہوتا ہے، کیا کہا جائے گا اس تہذیب کو جس میں انسان انسان سے بھاگے اور خوف کھائے، لیکن کتوں سے محبت کرے جو جانوروں میں بھی سب سے ذلیل سمجھا جاتا ہے، کیا یہ عذاب نہیں؟ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ انسانی خاندان کی کھلی کلیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اس سے پیار و محبت کرتا ہے، اس کی طفلانہ اداؤں اور معصومانہ مسکراہٹ اس کے دل کی دنیا کو باغ و بہار بنا دیتی ہے۔

لیکن انسان جب ان کھلتی کلیوں کو مسل دیا کرے توڑ کر پھینک دیا کرے تو کیا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہوگا؟ ذرا تصور و خیال کی دنیا میں اپنے سامنے ایک معصوم بچے کی تصویر لایئے، بھولی بھولی موہنی سی صورت، معصوم سا چہرہ، خوبصورت آنکھیں،

عذاب بھی ایسی ایسی شکلوں میں آتا ہے جن کو لوگ عذاب کی معروف شکلوں میں نہیں دیکھتے اور نہ بظاہر وہ عذاب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ بسا اوقات عذاب کی معروف شکلوں سے بھی زیادہ خوفناک و اذیت ناک ہوتا ہے، ایک شخص کو ہم تندرست و توانا دیکھتے ہیں، نہ کہیں درد ہے نہ بخار لیکن وہ عجیب خوف و گھبراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے، مایوسی، خطرات و حوادث کے وساوس اس کو گھیرے رہتے ہیں

چھوٹے چھوٹے ہاتھ، ننھی ننھی انگلیاں، وہ کچھ ذرا اور خوف محسوس کرے تو ماں سے لپٹ جائے، باپ کے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنے کو محفوظ قلعہ میں محسوس کرے، لیکن یہی ماں باپ جب اس کو اس لئے قتل کر دیں کہ وہ ان کی رنگ رلیوں میں حارج نہ ہو یا اس لئے قتل کر دیں کہ ان کی غذا کا مسئلہ نہ پیدا ہو تو ایسے ماں باپ کو کیا کہا جائے گا۔ قتل یہی نہیں کہ چھری سے بچے کی گردن کاٹی جائے، قتل یہ بھی ہے کہ ماں کے رحم ہی میں جب کہ بچہ ابھی اپنی جسمانی ساخت و بناوٹ کے مراحل سے گزر رہا ہے، کسی بھی ذریعہ سے اس کو ختم یا خارج کر دیا جائے۔

کوئی صاحب عقل بتائے کہ آم کے باغ میں پھول آ رہے ہیں، باغ والا اس کی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے، ایک شخص جاتا ہے اور پھولوں کو جھاڑنا شروع کر دیتا ہے، کیا باغ کا مالک اس پھول جھاڑنے والے کے ساتھ وہی معاملہ نہیں کرے گا جو آم توڑنے والے کے ساتھ کرتا ہے؟ پھر وہ مالک اس کو کیسے پسند کر سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں پلنے بڑھنے والے بچے کو ختم کر دیا جائے۔

یہ تو بات ہوئی ان نوزائیدوں یا رحم مادر میں وجود پانے والے بچوں کی جو بیوی اور شوہر کریں خواہ وہ کسی بھی مذہب یا ملکی عرف و رواج کے مطابق ایک دوسرے سے جڑے ہوں، اس شادی والے رشتہ میں جڑے بغیر مرد و عورت کا باہمی ربط و ملاپ انسانی سوسائٹی میں بہرحال معیوب ہی سمجھا جاتا ہے اور فطری حیا و شرم، گھر، خاندان یا سوسائٹی میں رسوائی کا خوف، کچھ تو روک لگاتا ہے، لیکن اسقاط حمل کو عالمی قانونی شکل دے کر اس بچی کچھی فطری حس کا بھی صفایا کر دینا اور انسانی پستی کے لئے چوپٹ دروازہ کھول دینا، کیا اس انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے، جس کی دیگر مخلوقات پر فرمانروائی ہے، خنزیر اور کتوں

سے بھی نیچے گرا دینے کے مترادف نہ ہوگا جو ذلت و رسوائی کے لئے بطور مثال بیان کئے جاتے ہیں۔

دنیائے جہاں سے باخبر ہر شخص جانتا ہے کہ یورپ اپنی سلگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے، اس بے حیائی کے عذاب سے اس کا خاندانی اور عائلی نظام ختم ہو چکا، وہ آوارہ جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا ہے، لہٰذا چاہتا ہے کہ مشرق بھی اسی کی راہ پر چلے، اس نے پوری دنیا کو خصوصی مسلمانوں کو جن کے یہاں مذہبی اور عقائدی طور پر مکمل تحفظات ہیں، اپنی تخریب انسانیت چیزوں میں مبتلا کرنے کے لئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلموں، موبائل اور انٹرنیٹ کی صورت میں سارے جتن کر ڈالے اور بدقسمتی سے تمام مسلمان ملکوں میں بھی اس کے بُرے اثرات بھی پڑے۔

اخلاقی انارکی، خاندانی اجاڑ اور معاشرتی بگاڑ کے ساتھ ساتھ یورپ کی آبادی بھی تیزی کے ساتھ گھٹتی جا رہی ہے اور مشرق کی آبادی خصوصاً مسلم ملکوں کی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، اس لئے یورپ کو نفری طاقت کا خوف بھی کھائے جا رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسلم ممالک میں بھی وہ چیزیں پھیلیں جن سے آبادی کم ہو۔

کائنات کے بنانے والے نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا اور اس کو اس دنیا میں بسایا کہ اس کا نام زیادہ سے زیادہ لیا جائے، اس کی قدرت بے پایاں کا ظہور ہو، اسی لئے اسلام میں مسلم آبادی کو بڑھانے کا حکم ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''ایسی عورت سے شادی کرو جو خوب محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت والی ہو۔''

ایک اور موقع پر فرمایا: ''انی مکاثر بکم الامم یوم القیامة'' لہٰذا ہر وہ چیز جو اللہ کے منشا کے خلاف ہو، فطرت انسانی کے بھی خلاف ہو اور انسانی مستقبل کے لئے خطرہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس لئے ہر ایسی کوشش انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گی، انسانیت، دینی و معنوی دونوں اعتبار سے تباہ ہوگی، یورپ ملحد و بے دین ہے، لہٰذا اس کے فکر کی رسائی صرف انسانی مفروضوں اور عقل انسانی کی حدود ہی تک ہو سکتی ہے، آگے کی بات وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کے لئے انبیاء کرام کے علوم و تعلیمات کو ماننے اور تسلیم کرنے کی ضرورت ہے، یورپ، خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعلیمات تمام انبیاء کی تعلیمات کے خلاصے کے طور پر اب قیامت تک کے لئے حتمی ہیں، ان میں بھی شکوک و شبہات پیدا کرنے کی پوری کوشش کر چکا اور برابر کوئی نہ کوئی شوشہ اس کو ناکام و کمزور ثابت کرنے کے لئے چھوڑتا رہتا ہے اور وہ برابر اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ انسانوں میں جو لوگ مقصد آخرت کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں، وہ ان کے مقصد آخرت کو بھلا دے اور ان کو بھی اپنے جیسا بالکل جانور بنا دے اور وہ بہائم کی طرح زندگی گزارنے لگیں، انسانیت فنا ہو کر موت کی نیند سو جائے اور انسان آوارہ کتوں کی سی زندگی گزارے۔

☆☆..................☆☆

لفظ ''حلال'' کا کرشمہ

لفظ ''حلال'' نے آسٹریلیا کی ایک دوشیزہ کو مسلمان کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق آسٹریلیا کی E.C.U یونیورسٹی میں زیر تعلیم ''ساکیریا'' اب ''حلیمہ'' نامی طالبہ جب بھی یونیورسٹی کی کیفے ٹیریا میں جاتی تو وہاں موجود مسلمان طلبا سے اکثر لفظ ''حلال'' سنا کرتی۔ ایک مرتبہ اس نے کیفے ٹیریا میں موجود سعودی اور پاکستانی دو مسلمان طلبہ سے اس لفظ کا معنی و مفہوم جاننا چاہا، انہوں نے اختصار کے ساتھ اس لفظ کا نہ صرف مفہوم سمجھایا بلکہ اس کو اسلام سے متعارف کرانے کی غرض سے چند مفید اور معلوماتی اسلامی ویب سائٹس بھی بتلا دیں۔

حلیمہ کا کہنا ہے کہ میں نے گھر لوٹتے ہی سب سے پہلے ان ویب سائٹس کو چیک کرنا شروع کر دیا اور یہاں سے میری دنیا تبدیل ہوتی چلی گئی، میں اکثر تنہائی میں ان ویب سائٹس کے ذریعہ اسلام کی حقانیت جاننے لگی، مطالعہ کے دوران اکثر میں زار و قطار رونے لگتی اور پھر وہ دن بھی آیا کہ میں نے اس سعودی اور پاکستانی طالب علم کی وساطت سے ایک عالم دین کی موجودگی میں اسلام قبول کر لیا، اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے مکمل پردہ کا اہتمام شروع کر دیا، جس میں چہرے پر نقاب اور ہاتھ کے دستانے شامل تھے، میری فیملی نے مجھے کبھی نرمی اور کبھی سختی سے اسلام کو ترک کر دینے کا مطالبہ شروع کر دیا اور میرے انکار پر مجھے گھر سے بے دخل کر دیا گیا۔ چند دنوں کے بعد اس پاکستانی طالب علم نے میرے ساتھ نکاح کی خواہش کا اظہار کیا جس کو میں نے قبول کر لیا اور اب الحمدللہ! ہم ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

ڈیجیٹل تصویر

دارالعلوم دیوبند کا موقف اور فتاویٰ

زیرِ نظر فتاویٰ ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں ہیں جو ازہر الہند دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور سے جاری کیے گئے ہیں، مذکورہ بالا دونوں اداروں کے حضرات مفتیان کرام نے ڈیجیٹل تصویر کو بھی ممنوع تصویر کے حکم میں داخل کر کے اس کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، عام مسلمانوں کے فائدے کے پیش نظر مندرجہ ذیل فتاویٰ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

تیسری قسط — مفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی

ویڈیو گرافی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی کو عکس قرار دینا صحیح نہیں، عکس وہ صورت ہے جس میں ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ہوتا ہے، ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی میں یہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ صاحب تصویر کی صورت ریل میں محفوظ ہو جاتی ہے اور جماؤ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔" (کتاب الفتاویٰ: 170/6)

علاوہ ازیں مرسلہ مقالہ اور فتویٰ میں جن عرب علماء کے اقوال کو بطور استدلال و تائید پیش کیا گیا ہے، یہ درست نہیں، ان کا تو موقف ہی علاحدہ ہے، انھوں نے تو عام کیمرے کے فوٹو کو بھی پہلے ہی سے تصویر سے خارج کر رکھا ہے، لہٰذا فتویٰ میں ان کے اقوال سے استدلال نہ ہونا چاہیے، اسی طرح بنگلور اجتماع کے حوالہ سے حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ وغیرہ کی جو رائے نقل کی گئی ہے، وہ دوران بحث ان کی طرف سے پیش کردہ محض ایک بات تھی، نہ وہ ان کی کوئی حتمی رائے تھی اور نہ ہی سیمینار کا فیصلہ، سیمینار کا فیصلہ ٹی وی کے عدم جواز کا ہی تھا، پس ایسی کچی بات بھی فتویٰ کی بنیاد نہیں ہونی چاہیے۔

❹ شریعتِ اسلامیہ میں تصویر سازی مطلقاً حرام ہے، خواہ تصویر چھوٹی ہو یا بڑی اور خواہ کسی ذی جسم، مادہ سے بنائی جائے یا غیر ذی مادہ جسم سے اور خواہ بن جانے اور وجود میں آجانے کے بعد وہ باقی رہے یا نہ رہے، امام نوویؒ کی صراحت ہے:

"تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد بهذا الوعيد الشديد المذكور في هذا الحديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها." (شرح مسلم: 199/2)

تصویر کے تحقق کے لیے قرار و بقاء ضروری نہیں، فقط اتنا ضروری ہے کہ وہ صاحب تصویر اور اصل کے تابع نہ ہو اور قرار و بقاء کا مفہوم بھی صرف اتنا ہی ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے کوئی تصویر بنائی اور پھر فوراً اگلے ہی لمحہ اس کو مٹا بھی دیا تو اس کو تصویر سازی کا گناہ ہوگا، یا اگر کوئی مشین ایسی ہو جس کی ایک زد سے تصویر منقش ہو اور دوسری زد سے فوراً محو ہو جاتی ہو تو یہ بھی تصویر سازی میں داخل ہو کر حرام ہوگا؛ اسی طرح ڈیجیٹل کیمرہ اسکرین پر جو شعاعیں پھینکتا ہے تو اسکرین پر تصویر بن جاتی ہے اور اگلے ہی لحظہ فنا بھی ہو جاتی ہے، ایک سیکنڈ میں ساٹھ فریم بنتے اور ٹوٹتے ہیں اور ظاہر ہے کہ فریم کا ٹوٹنا اور فنا ہونا وجود کے بعد ہی ہوتا ہے اور وجود ہی پر متفرع ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی تصویر سازی میں داخل ہوگا۔

قرار و بقاء کے مذکورہ مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرات اکابر نے سینما کے پردہ پر ظاہر ہونے والے نقوش کو بھی تصاویر قرار دیا، سینما کے پردہ پر نمودار

ہونے والے نقوش بھی بنتے اور ختم ہوتے رہتے ہیں، ٹی وی اسکرین پر ظاہر ہونے والے نقوش، پردۂ سینما پر ظاہر ہونے والے نقوش سے مشابہت ومطابقت رکھتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ پردہ سینما پر شعاعیں سامنے سے ڈالی جاتی ہیں اور ٹی وی اسکرین پر پیچھے سے، البذا ٹی وی اسکرین پر ظاہر ہونے والے نقوش بھی تصویر میں داخل ہوں گے۔

مفتی رشید احمد صاحبؒ بانی جامعۃ الرشید، کراچی فرماتے ہیں:

''اگر یہی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ (ٹی وی اسکرین پر ظاہر ہونے والی تصویر) مٹ جاتی ہے اور پھر بنتی ہے، یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے تو اس میں اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے۔'' (احسن الفتاویٰ 89/9)

❺ کسی بھی مسئلہ کی سائنسی تحقیق کرنا برا نہیں، ڈیجیٹل چپ کیسے کام کرتی ہے؟ اس کی اہل فن سے تحقیق کی جاسکتی ہے، لیکن اس تحقیق پر فتویٰ کا مدار رکھنا مناسب نہیں، فتویٰ کا مدار اس شئے کے عوامی تصور اور اس کی ظاہری حیثیت پر ہی ہونا چاہیے، رؤیت ہلال کا مسئلہ منصوص ومصرح ہے کہ اس کے تحقق کا حکم ظاہری رؤیت ودید پر ہوگا، خواہ سائنسی تحقیق کچھ بھی کہتی رہے، ماضی قریب میں آلہ مکبر الصوت کا مسئلہ درپیش ہوا تو اس سلسلہ میں ماہرین فن کی مختلف آراء سامنے آئیں، لیکن فتویٰ عوامی تصور کے مطابق نماز کے جواز کا دیا گیا کہ عام لوگ اس کی آواز کو متکلم کی اصلی آواز ہی سمجھتے ہیں، اسی طرح ٹی وی اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورتوں کو اگرچہ ارباب فن تصویر نہ قرار دیں، نہ کہیں، مگر عوام ان کو صورتیں ہی سمجھتے ہیں، پس فتویٰ اسی تصور کے مطابق دینا چاہیے۔

آلہ مکبر الصوت اور سائنسی تحقیق کی شرعی حیثیت پر مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بانی دارالعلوم کراچی کی ایک اصولی تحریر ملاحظہ ہو:

''عام احکام اسلامیہ شرعیہ کے ملاحظہ سے یہ امر متیقن ہے کہ جن مسائل کا تعلق فلسفیانہ تحقیق وتدقیق یا ریاضی کی باریکیوں یا اصطرلاب وغیرہ آلات سے ہے، شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان سب میں حقائق کی تحقیق وتدقیق سے اغماض کرکے محض ظواہر پر احکام دائر فرمائے ہیں، جن کو ہر خاص وعام، عالم وجاہل، شہری اور جنگلی آسانی کے ساتھ بدوں استعانت آلات وحسابات معلوم کرکے خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ فریضہ سے سبکدوش ہوسکے، رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع کی بحث میں منجمین اور اہل ریاضی کی تحقیقات کو، سمت قبلہ میں اصطرلاب کے استعمال کو اسی بنا پر مسائل شرعیہ کی بنیاد نہیں بنایا گیا، بلکہ ہلال کا مدار رؤیت پر، اور سمت قبلہ کا شہر کی قدیمی مساجد پر، پھر مساجد صحابہ پر رکھ دیا گیا، حالانکہ یہ فنون اور ان کے آلات عہد رسالت اور قرون مابعد میں بکثرت موجود ومروج تھے۔

اس اصول کی بنا پر مسئلہ زیر بحث میں دو نتیجے نکلتے ہیں: اول یہ کہ عبادات خالصہ میں اس قسم کے آلات کا استعمال اصولاً پسندیدہ نہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل اسی رسالہ کے شروع میں آچکی ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی نے ان آلات کو مسائل مذکورہ میں استعمال کرلیا تو اصل عمل صحت وعدم صحت کا مدار پھر بھی ان فنی تدقیقات پر نہیں، بلکہ ظاہر حال ہی پر رہے گا، مثلاً اگر کسی شخص نے اصطرلاب وغیرہ کے ذریعہ سمت قبلہ قائم کرلی تو شرعاً اس کی صحت وعدم صحت کا معیار فن اصطرلاب کی باریکیاں نہ ہوں گی، بلکہ وہی عام مساجد بلدہ کی موافقت وعدم موافقت پر مدار ہوگا۔

مذکور الصدر اصول کے مطابق آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ سنائی دینے والی آواز کو ظاہر ومتعارف عوام کے مطابق متکلم کی اصلی آواز ہی کہا جائے گا، گو فنی تدقیقات بالفرض یہی ثابت کریں کہ وہ اصلی آواز نہیں، بلکہ اس کا عکس ہے، کیونکہ اس صورت میں اصل آواز اور اس آلہ کی آواز کا فرق اس قدر دقیق ہوگا کہ اس کو عوام تو کیا خود ماہرین سائنس کو بھی واضح نہ ہو، اس لیے ان میں اختلاف رہا تو ایسی تدقیقات فلسفیہ، جن کا ادراک ماہرین فن بھی مشکل سے کرسکیں، احکام شرعی کا مدار نہیں ہوسکتیں، بلکہ ان احکام میں حسب ظاہر اس کو اصل متکلم ہی کی آواز قرار دیا جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔'' (آلات جدیدہ کے احکام:60)

مفتی رشید احمد صاحبؒ کسی شئے کے تصویر ہونے یا نہ ہونے کے معیار ومدار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''تصویر ہونے یا نہ ہونے کا مدار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی وفنی تدقیقات پر اور عرف عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے، جیسے شریعت

نے صبح صادق اور طلوع و غروب کا علم کسی دقیق علم و فن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری و سہل علامات پر رکھا ہے۔" (احسن الفتاویٰ: 89/9)

❺ تصویر کی حرمت کی علت، خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صراحت کے مطابق: مضاھاۃ لخلق اللّٰہ ہے، یعنی تخلیق خداوندی کی نقالی اور ہمسری اس حوالے سے یہ بات قابل غور ہے، کہ مجسم اور غیر متحرک تصاویر ایک ہی وضع اور حالت پر رہتی ہیں اور محض ظاہری اعتبار سے خلق اللہ کے مشابہ ہوتی ہیں، ورنہ درحقیقت دونوں میں بون بعید اور تباین ہے کہ خلق اللہ زندہ اور متحرک بالارادہ ہے اور خلق العبد سراپا جامد و ساکن اور محض ایک نقش اور چھاپ، مگر دونوں کی حقیقت اور ماہیت میں اس قدر فرق کے باوجود محض ظاہری تشابہ کی بنیاد پر اس ظاہری نقش کو بھی اللہ تعالیٰ کی ہمسری اور نقالی میں داخل مانا گیا، تو کیا خلق العبد کے وہ نقوش جو دیکھنے میں زندہ اور متحرک بالارادہ نظر آئیں اور روح و جان رکھنے والی اشیاء کی طرح جملہ افعال و حرکات کرتے دکھائی دیں، خلق اللہ کے ساتھ اتنی زیادہ قربت و مشابہت کے باوجود خلق اللہ کی نقالی اور ہمسری میں داخل نہیں ہوں گے؟ واقعہ یہ ہے کہ زیر بحث صورت، تصویر سے کمتر نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اور تصویر کے حرام ہونے کی جو اصل وجہ اور علت ہے، یعنی مضاہاۃ و مشابہت، اس کا واضح مصداق ہے، نیز تصویریں ٹی وی اسکرین سے لے کر روزنامہ اخباروں میں چھپتی ہیں، پس ان صورتوں کو اشبہ بالعکس کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ ان کو شبیہ بالصور قرار دینا ہی مناسب ہے۔

جس وقت فوٹوگرافی کا مسئلہ نیا نیا پیدا ہوا، اور علماء میں اس کے جواز و عدم جواز کی بحث چھڑی، تو اس کے جواز کی ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ اس صورت میں اعضا کی تخلیق و تکوین نہیں ہوتی، فقط ایک نقش اور چھاپ ہوتا ہے، لہٰذا یہ تصویر سے خارج ہونا چاہیے، حضرات اکابر نے اس کو یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ تصویر کے تحقق کے لیے باقاعدہ اعضاء و جوارح کی تخلیق و تکوین ضروری نہیں، محض ایک نقش بنا دینا بھی تصویر میں داخل ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بانی دارالعلوم کراچی کی اسی سلسلہ کی ایک تحریر ملاحظہ ہو:

"ذرا بھی غور سے کام لیں تو اعضاء کی تخلیق و تکوین تو کوئی مصور بھی نہیں کرتا، اعضاء کی ظاہری سطح نقش کے ذریعہ بنا دیتا ہے، نہ اس میں رگیں پٹھے بنتے ہیں، نہ ہڈی اور گوشت بنتا ہے، شریعت نے اس ظاہری سطح کا نقش بنا دینے ہی کا نام تصویر رکھا ہے، جس کو حرام قرار دیا ہے، تو فوٹو میں اعضا کی سطح کو رنگ و روغن کے ذریعہ قائم کر دینے اور قلم سے رنگ بھر دینے میں کیا فرق ہے؟ حدیث کے الفاظ میں بھی اس کو تخلیق نہیں، بلکہ مضاہاۃ بخلق اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے، یعنی تخلیق خداوندی کی مشابہت پیدا کرنا اور نقالی اتارنا، اس میں ظاہر ہے کہ وہ قلم کے ذریعہ کی جائے یا کسی مشین کے ذریعہ، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔" (تصویر کے شرعی احکام: 214)

❻ اگر کوئی چیز منافع و مفاسد دونوں کو جلو میں لیے ہوئے ہو تو فتویٰ میں بہت غور کرنا چاہیے، کہ کون سا پہلو غالب ہے، حرمتِ خمر کے سابقہ مرحلہ کی جو آیت سورۂ بقرہ میں ہے، اس سے یہ اصول ثابت ہے اور حضرات فقہاء کی بھی صراحت ہے: درء المفاسد أولیٰ من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات. (الأشباه والنظائر لابن نجيم 290/1)

ٹی وی میں بے شک کچھ منافع ہیں، جو اظہر ہیں؛ مگر اس کے مفسدہ کا پہلو غالب ہے، جیسا کہ تجربہ ہے، جب ٹی وی کی صورتوں کو حرام صورتوں سے خارج کر دیا جائے گا اور ٹی وی کو جائز کہہ دیا جائے گا تو یہ سانپوں کی پٹاری ہر دین دار مسلمان کے گھر میں داخل ہو جائے گی اور ٹی وی چینلوں پر کسی کا زور نہیں، پس گھر والے ہر طرح کے چینل دیکھیں گے اور اشاعتِ اسلام اور دفاع عن المسلمین کا مقصد تو ایک طرف رہ جائے گا اور صالح اسلامی معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا، فتوے میں اس کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

علاوہ ازیں اس وقت ٹی وی مفاسد اور محرمات کا مبدأ اور سرچشمہ بنا ہوا ہے، پوری دنیا میں جو فحاشی و عریانیت اور بے حیائی و برہنگی مفت تقسیم ہو رہی ہے، وہ ڈیجیٹل نظام کی ذہن اور پیداوار ہے، اس لحاظ سے بھی یہ "كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز" کے تحت ناجائز اور حرام ہونا چاہیے۔

(جاری ہے)

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

قسط:۱۹

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۱۴ر دسمبر کی مصروفیات:

۱۴ر دسمبر کو صبح نماز سے فارغ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ کیا ۹ ربجے صبح بڑی ائیر کنڈیشن کوچ ہوٹل آ گئی۔ اس نے تمام مہمانوں کو لے کر دہلی کے مختلف مقامات پر لے کر جانا تھا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ، آپ کے صاحبزادہ مولانا اسعد محمود اور حضرت مولانا عبدالغفور حیدری کی حضرت مولانا سید محمود مدنی کے ہمراہ ہندوستان کے وزراء اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں طے تھیں۔ ان کے علاوہ تمام حضرات بس میں سوار ہوئے۔ ہوٹل سے نکلتے ہی تھوڑی دور بہادر شاہ ظفر مارکیٹ (روڈ) شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں سے بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کیا گیا اور پھر بیٹوں کے سران کے حضور پیش کیے گئے۔ وہ یادگار بنی ہوئی کالے اور سرخ پتھروں کی اس یادگار کو خونی گیٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قریب میں مولانا آزاد میڈیکل کالج ہے۔ اس کے قریب فیروز بخت بادشاہ کی یادگار ہے۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک زنجیر گھر سے باہر دروازہ تک باندھ رکھی تھی جو سائل جس وقت ضرورت ہوتی زنجیر کھینچ دیتا تو بادشاہ کو گھر اطلاع ہو جاتی وہ باہر آ جاتا اور سائل کی دادرسی ہو جاتی۔

کہتے ہیں کہ ایک بار گدھا گزرا۔ اس نے سر اوپر کیا تو زنجیر ہل گئی۔ بادشاہ باہر آ گیا۔ کیا لوگ تھے۔ اس پر ایک شعر بھی ہے۔

اک وہ بھی تھا دستور کہ جس نے زنجیر ہلا دی
سلطان نے لبیک کہی خوش ہو کے صدا دی
اک دستور نرالا ہم کو بھی آیا ہے میسر
کانٹوں نے کیا جرم تو پھولوں کو سزا دی

بس میں بیٹھے بیٹھے بتایا گیا کہ یہ قبرستان ہے۔ اس کو گورستان غریباں کہتے ہیں۔ اس میں غازی عبدالرشید کا بھی مزار ہے اور اسی میں زعیم ملت، مؤرخ الہند، حضرت مولانا سید محمد میاںؒ کا بھی مزار مبارک ہے۔ اکبر روڈ، شاہجہان اورنگزیب روڈ، ہمایوں روڈ، صفدر جنگ روڈ، ائیرپورٹ روڈ گزرتے گزرتے حضرت قطب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر جا پہنچے۔ ٹھہریئے! ابھی میں تو وہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر کی یادوں میں کھویا ہوا ہوں۔

بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

خاندان تیموریہ کا یہ بادشاہ جس کے مقدر میں سلطنت مغلیہ کا مکمل زوال دیکھنا لکھا تھا۔ سراج الدین بہادر شاہ ظفر یہ ۲۸ر شعبان ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا اکبر شاہ فرمانروائے دہلی تھا، جو شاہ عالم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ بہادر شاہ ظفر نے حافظ ابراہیم اور قاری محمد جمیل صاحب سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ اوسط درجے کی عربی اور فارسی ادب کے علاوہ تیر اندازی، شہسواری، تیغ زنی، نشانہ بازی میں مشق کی اور کمال حاصل کیا۔ شاہجہان، اورنگ زیب کے عہد کی تو بات ہی کیا۔ البتہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے کا دلی بھی کیا کم تھا۔ علم وفضل کے اعتبار سے ایک اونچا مقام رکھتا تھا۔ کوئی مشرقی شہر اس کے ہم پلہ نہ تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ کی درس گاہیں عروج پر تھیں۔ سید اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ محمد اسحقؒ، شاہ محمد یعقوبؒ، مولانا فضل حق خیر آبادیؒ، مفتی صدر الدین خان آزردہؒ ایسے باکمال لوگ انہیں درس گاہوں سے پیدا ہوئے۔ مولانا سید مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدینؒ، مولوی عبدالخالقؒ، مولانا رشید الدین خانؒ، مولانا مملوک علی نانوتویؒ، مولانا نصیر الدینؒ، سراج العلماء، مفتی سید رحمت علیؒ خان بہادر مولوی کرامت رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے فضلاء اس زمانے میں تھے۔ مولانا حکیم عبدالحیٔ صاحب نے "گل رعنا" میں عہد ابوظفر کا یہ نقشہ کھینچا ہے۔

"اب خود ظفر شاہ بہادر کے زمانہ میں اسد اللہ خان غالب، امام بخش صہبائی، شاہ نصیر الدین نصیر، حضرت ذوق اور خدا جانے کتنے سخنوران باکمال کا جھمگٹا تھا۔ ان سے بہادر شاہ نے صحبت اٹھائی۔ ولی عہدی میں یہ دوست تھے۔ جب تاجدار ہوئے تو یہ درباری کہلائے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعری کا ذوق بھی بہادر شاہ ظفر کا کمال کا تھا۔

جہانگیر اور عالمگیر کے تخت پر شاہ عالم ثانیؒ جلوہ گر تھا۔ لیکن مغلیہ عہد کا زوال تھا۔ دہلی میں مرہٹوں نے یورش کی تو شاہ عالم ثانی بھاگ کر الہ آباد گئے۔ احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دی۔ دلی فتح ہوا تو شاہ عالم ثانی بادشاہ تسلیم ہوئے۔ ۱۷۸۸ء میں غلام قادر روہیلہ نے چڑھائی کی تو شاہ عالم کو سلیم گڑھ لے گئے۔ اب سندھ کے فوجی افسر رانا خان نے غلام قادر کو شکست دی۔ شاہ عالم کو غلام قادر کے پنجہ سے رہائی ملی۔ سندھیا مدارالمہام بنارس نے عارضی طور پر شاہ عالم کو برقرار رکھا۔ شاہ عالم کی خواہش پر ۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے مرہٹوں کو شکست دی۔ اب شاہ عالم ثانی بجائے مرہٹوں کے انگریز کا وظیفہ خوار ہوا۔ اب یہ قلعہ دہلی کے والی رہ گئے۔

شاہ عالم ثانی کے بعد ان کے صاحبزادے اکبر شاہ فرمانروا بنے۔ جو بہادر شاہ ظفر کے والد گرامی تھے۔ اکبر شاہ بجائے بہادر شاہ کے اپنے دوسرے بیٹے جہانگیر کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ انگریز چاہتے تھے کہ بہادر شاہ ظفر ولی عہد ہو۔ مگر اکبر شاہ نے کہہ دیا کہ بہادر شاہ ظفر میرا بیٹا ہی نہیں۔ اس پر بہادر شاہ ظفر نے یہ شعر کہے:

ستم کرتا ہے بے مہری سے کیا کیا آسماں پیہم
کروں گا پر نہ شکوہ گرچہ ہوں گے لاکھ غم پر غم
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

خدا کی شان کہ اسی سال ۱۸۲۱ء میں جہانگیر مرزا، بہادر شاہ ظفر کا بھائی وصال کر گیا۔ اب تو بہادر شاہ ظفر کو سرکار کمپنی انگریز نے اکبر شاہ (یعنی والد) کا جانشین تسلیم کر لیا۔ اس پر ظفر نے کہا

کسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کام
کام بگڑے ہوئے بن جائیں یونہی آپ سے آپ

۱۸۳۲ء میں دلی کو مغربی و شمالی میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۳۵ء میں سکہ بھی دلی اور نواح میں انگریز سرکار کمپنی کا رائج ہو گیا۔ ۱۸۳۷ء میں اکبر شاہ کا وصال ہوا۔

بہادر شاہ ظفر بیٹھے تخت سلطنت پر

ظفر شاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ سرکار کمپنی کا وظیفہ ملتا اور نام کے حکمران تھے۔ حتیٰ کہ آگرہ کی عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا۔ دہلی قلعہ کے باہر بادشاہ کو کوئی استحقاق حاصل نہیں۔

بہادر شاہ ظفر کا ولی عہد مرزا فخر ۱۸۵۶ء میں فوت ہو گیا۔ بہادر شاہ کے آٹھ بیٹوں نے راضی نامے پر دستخط کئے کہ ولی عہد شہزادہ جواں بخت ہو گا۔ لیکن انگریز سرکار کمپنی کا کہنا تھا کہ بہادر شاہ ظفر کا بیٹا مرزا قویش ولی عہد ہو گا۔ مرزا قویش کو راضی کر لیا گیا کہ بہادر شاہ کا لقب موقوف، صرف شہزادہ کا لقب چلے گا۔ گویا نام کی حکومتی علامت بھی سلب کر لی گئی۔ اس ولی عہدی پر انگریز سرکار کمپنی اور بہادر شاہ ظفر کا اختلاف ہوا۔ سرکار کمپنی نے مرزا قویش کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔ اب بوڑھے بہادر شاہ ظفر نے ایک شعر کہا۔

اے ظفر اب ہے تجھی تک انتظام سلطنت
بعد تیرے نے ولی عہدی نہ سلطنت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نواسے شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ، شاہ محمد یعقوب دہلویؒ، انگریزوں کی مداخلت فی الدین سے حجاز مقدس ہجرت کرنے کے ارادہ سے روانہ ہونے لگے تو عمائدین شہر کے ساتھ بہادر شاہ ظفر نے ان کو رخصت کیا۔ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ، مفتی صدرالدین آزردہؒ ایسے حضرات سے بہادر شاہ ظفر کی دوستی تھی۔ خود بھی بہادر شاہ نیک سیرت اور شریعت کے پابند تھے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید تھے۔ بہادر شاہ ظفر کا اعتراف ملاحظہ ہو۔

مرید قطب دیں ہوں خاک پائے فخر دیں ہوں میں
اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کمتریں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں
ولیکن اے ظفر ان کا گدائے رہ نشیں ہوں میں

پلاسی کی جنگ کے بعد انگریز مغلیہ حکومت پر چھا گیا۔ روز بروز ریاستوں کو باہم لڑا کر اپنے پنجے مضبوط کر دیئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ الثورۃ الہندیہ میں لکھتے ہیں:

"انگریز کارتوسوں پر سوّر اور گائے کی چربی چڑھاتا۔ ان کو بندوق میں ڈالنے کے لئے منہ سے کھولنا پڑتا اور ہندو مسلم دونوں کے لئے پریشانی کہ وہ ان کو کیسے منہ سے لگائیں۔ اس سے دونوں قوموں میں اضطراب ہوا۔"

انقلابیوں کی بغاوت:

۲۲ فروری ۱۸۵۷ء کو ڈم ڈم کلکتہ میں سپاہیوں نے شکایت کی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اپریل ۱۸۵۷ء میں میرٹھ چھاؤنی میں سپاہیوں کے کارتوسوں کے لینے سے انکار پر ان کے خلاف کارروائی کا اعلان کیا گیا۔ ۶ مئی کو نوّے آدمیوں کی میرٹھ چھاؤنی میں پریڈ کرائی گئی۔ ہر ایک یونٹ سے پندرہ آدمی لئے گئے۔ کارتوس تقسیم کئے گئے۔ پانچ آدمیوں کے علاوہ باقی سب نے کارتوس لینے سے انکار کیا۔ اُنچاس مسلمان چھتیس ہندو وغیرہ۔ کل پچاسی فوجیوں کو ۹ مئی کو فوجی پریڈ کے دوران دس دس سال قید بامشقت سنائی گئی اور پھر اسی وقت پیادہ پا ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر جیل کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس واقعہ نے پوری فوج کو مشتعل کر دیا۔ ۱۰ مئی اتوار کو رات گئے جیل کی بیرکوں کو آگ لگا دی گئی۔ قیدی سب فرار کرا دیئے گئے اور سب نے دہلی کا رخ کیا۔ سپاہی دن نکلنے سے پہلے دہلی پہنچ گئے۔ ۱۹ گھنٹے میں ۴۴ میل کا پیدل سفر کیا۔ اس بغاوت پر انگریز تیج پا نہیں بلکہ پاگل بھی ہو گیا۔

میرٹھ کے یہ تمام سزا یافتہ قلعہ میں بہادر شاہ

ظفر بادشاہ کے حضور پہنچے۔ بادشاہ سے سوال و جواب کے بعد باہر نکلے تو ان پر انقلابی فوجیوں نے جو انگریز سمجھے چڑھ اسے ٹھکانے لگا دیا۔ سنجیدہ طبقہ علماء اور راہنماؤں نے سمجھایا۔ مگر ان پر ایسا جنون انتقام تھا کہ کسی کی نہ سنی۔ بادشاہ دیوان خاص میں آیا تو ان فوجیوں نے سلامی دی۔ بخت خاں بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ مہاراجہ پٹیالہ، انگریزوں کا وفادار خود بہادر شاہ ظفر کے وزراء، حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خان جاسوسی کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

انگریز حکومت نے کمانڈر انچیف جنرل آنس کو دہلی پر حملہ کرنے کا کہا۔ اس نے پٹیالہ، نابھ کے راجاؤں کی فوجی مدد سے کالی و گوری فوج کے ہمراہ ۲۵ رمئی کو انبالہ آیا تو ۲۷ رمئی کو ہیضہ سے مردار ہو گیا۔ اس کے بعد جنرل ہنری برناڈ نے قیادت سنبھالی۔ یہ راستہ میں لڑائیاں لڑتا دہلی پہنچا۔ لیکن ۵ رجولائی کو ہیضہ سے یہ بھی مردار ہوا۔ اب جنرل ریڈ نے قیادت سنبھالی۔ لیکن فوجی بغاوت اتنی شدید تھی کہ اس نے استعفیٰ دے دیا۔ اب انقلابیوں کے حوصلے بلند تھے اور سرکار انگریز کی فوج بد دلی کا شکار تھی۔ اب ریڈ کی جگہ جنرل ولسن نے کمان سنبھالی۔ اس کی مدد کے لئے جنرل نکلسن دو ہزار فوجیوں پر مشتمل فوج لے کر آیا۔ جنرل ہڈسن ایسا سفاک جنرل بھی مختلف ریاستوں سے فوج اکٹھی کر کے دہلی آ گیا۔ ہندو، مسلم، راجے، مہاراجے، جاگیردار و ساہوکاروں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو روپیہ اور افرادی قوت دی۔ انگریز فوج خود ہندوستانی قوم کے غداروں کی غدارانہ روش سے تازہ دم ہو کر دہلی پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوئی۔ پٹیالہ، کشمیر، رام پور، حیدرآباد کے راجوں اور نوابوں کے علاوہ متھرا کے مشہور مہاجن لکشمی نے پچیس لاکھ پانی پت و کرنال کے مہاجنوں نے انگریز کو تیس لاکھ دیئے۔ ادھر انقلابی فوجیوں پر رسد بند کر دی گئی۔ چاروں سمت محاصرہ ہو گیا۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنا فرنیچر بیچ کر بھی نظام چلانا چاہا۔ مگر کب تک؟ لوگ ان کو مبارک دیتے کہ بادشاہت آپ کے گھر آئی۔ وہ جواب میں کہتے کہ اس سے غلامی بہتر تھی کہ دو وقت کا کھانا تو مل جاتا تھا۔ ان حالات کے باوجود چار ماہ تک مقابلہ جاری رکھا۔ جو بڑی بہادری کی بات ہے۔ اب انگریز فوج قدم قدم ایک ایک انچ پر مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ تک پہنچ گئی۔ کہتے ہیں کہ مقابلہ اتنا سخت تھا کہ چھ فرلانگ کا فاصلہ پانچ دنوں میں انگریز فوج نے طے کیا۔ انگریز فوج کے بڑے افسر اور عام سپاہی بڑی تعداد میں ڈھیر رہے۔ لیکن باہر کی کمک سے انہوں نے حوصلہ نہ ہارا۔ برابر آگے بڑھتے رہے۔

بہادر شاہ ظفرؒ قلعہ ہمایوں میں:

۱۹ رستمبر کو انگریز کے جاسوسوں نے بہادر شاہ ظفر کو اتنا مرعوب کیا کہ وہ قلعہ خالی کر کے ہمایوں کے مقبرہ میں آ گئے۔ ۲۰ رستمبر جنرل ولسن نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ بخت خان نے بادشاہ کو کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو اپنی فوج کے حصار میں نکال کر لے چلتا ہوں۔ پورا ملک آپ کے ساتھ جان کی بازی لگا دے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ کل ہمایوں کے مقبرہ میں ملیں۔ اس ملاقات کی جاسوسوں نے انگریز فوج کو اطلاع کر دی۔ انگریز کو معلوم تھا کہ بادشاہ ظفر بخت خاں کی فوج کے ہمراہ دہلی سے بخیر نکل گئے تو پورے ملک میں بغاوت پھیل جائے گی۔ انگریز نے اپنے مہروں کے ذریعہ بادشاہ کو دہلی نہ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا۔ ۲۰ رستمبر ۱۸۵۷ء کو جب جنرل بخت خان آیا تو بادشاہ ظفر نے جانے سے معذرت کر لی۔ جاتے بھی کیوں کر کہ تقدیر غالب آ چکی تھی؟ چنانچہ بادشاہ کی طرف سے جواب پا کر جنرل بخت روہیلکھنڈ بمعہ فوج کے واپس چلا گیا۔ اب بادشاہ کی گرفتاری کے لئے انگریز کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ چنانچہ بخت خان جنرل کے جانے کے بعد اگلے روز بادشاہ ظفر گرفتار ہوئے۔ یہ گرفتاری اور پھر بیٹوں کا قتل کے بعد بادشاہ کے سامنے سر ناشتے کی ٹرے میں پیش کرنا اور ناشتے کے ٹرے کا کپڑا اٹھانا اور بیٹوں کے سروں کو دیکھ کر بہادر شاہ ظفر کا کہنا کہ "شاباش بہادر بیٹے اپنے باپ کے سامنے یوں ہی سرخرو ہو کر پیش ہوا کرتے ہیں۔" یا آپ کا یہ کہنا کہ "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔" یہ ساری شکست یا جنگ آزادی کا ہارنا اس کا باعث صرف اور صرف اپنوں کی غداری تھی کہ تمام ریاستوں کے نوابوں نے انگریز کو رقم اور فوج دے کر مضبوط کیا۔ ورنہ بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انقلابیوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی کہ اکیلا انگریز حکومت کے لئے ان کو شکست دینا ممکن نہ تھا۔ بہادر شاہ ظفر مکارم اخلاق سے متصف تھے۔ پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔

گرفتاری کے بعد بادشاہ پر انگریزوں کے قتل و حکومت کا وظیفہ خوار ہونے کے باوجود بغاوت کا کیس درج ہوا۔ ۲۷ رجنوری ۱۸۵۸ء کو مقدمہ شروع ہوا۔ اپنے ہی لوگوں نے بہادر شاہ کے خلاف انگریز کی حمایت میں گواہیاں دیں۔ ۹ رمارچ ۱۸۵۸ء کو فیصلہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں بہادر شاہ ظفر رنگون بھیج دیئے گئے۔ نواب تاج محل بیگم، نواب زینت محل اور بیٹے جوان بخت اور بہادر شاہ ظفر کے سالے ولایت علی بیگ اور ان کی بیوی بہادر شاہ کے ہمراہ رنگون بھیج دیئے گئے۔ ۷ رنومبر ۱۸۶۲ء کو رنگون میں فوت ہوئے۔ وہیں دفن ہوئے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ اب ان کے متعلق ان یادوں کو سمیٹے آگے بڑھتے۔ کوچ یک جگہ کھڑی کر دی گئی۔ وفد کے ارکان شہر کی گلیوں اور بازاروں سے گزرے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے۔

(جاری ہے)

مرزا قادیانی کے معارف شیطانیہ!

مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

افسوس جو امتی ہونے کا مدعی ہو، غلام ہونے کا اقرار کرے اور یہ بھی کہے کہ مجھے جو کچھ ملا وہ سرکار محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ملا وہ، بنا فرض ہی یہ بتاتا ہو کہ آپ کی عظمت و جلال کو دنیا سے منوانے آیا ہوں، وہ امت کے اندرونی اور بیرونی اختلافات مٹانے کا مدعی ہو، وہ تمام امت سے اپنے آپ کو افضل قرار دیتا ہو، معارف قرآنیہ کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہو، جس قدر رموز اور معارف اسے دیئے گئے ہوں اس کا عشر عشیر بھی کسی نے خواب میں نہ دیکھا ہو، جو نیا علم کلام لے کر دنیا کے مذاہب سے مقابلہ اور اسلام کا غلبہ ظاہر کرنے کے لئے آیا ہو، جس پر خدا کی وحی بارش کی طرح برستی ہو، جس کے نشانات سوتے جاگتے، سانس کی طرح جاری ہوں، جو فقط مجدد اور محدث ہونے کا ہی مدعی نہیں بلکہ نبوت بروزی، ظلی، مجازی لغوی سے گزر کر نبوت حقیقیہ کی چادر بھی اوڑھے ہوئے ہو اور اس مقام کو بھی طے فرما کر صاحب شریعت ہونے کا بھی مدعی ہو، جو کسی نبی سے اپنے کو کم نہ کہے:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے

یہی نہیں بلکہ تمام گروہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر اپنے کو شمار کرے:

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

اس کا کلام ہو، کبھی تو باستثنائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے اپنے معجزات کو زیادہ کہے اور کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی اپنی فضیلت یوں ثابت کرے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات تین ہزار کہے اور اپنے تین لاکھ سے زیادہ اور اس زیادتی کا اجمال یہ ہے کہ ایک کروڑ تک حد پہنچے اور بہت ہی جانچ پڑتال کی جائے تو دس لاکھ سے تو کم ہو ہی نہیں سکتے مگر اسی کے ساتھ مسلمانوں کے خوش کرنے کو اپنے کو غلام احمد و غلام محمد بھی کہے۔

مسلمانو! ایسے مرزا صاحب سے تو کیا شکایت ہے جو کہیں سے تھوڑا ہے۔ شکایت ان مدعیان اسلام سے ہے جنہوں نے ایمان کے ساتھ عقل بھی مرزا صاحب کو دے دی۔ اس معراج کے واقعہ میں مرزا صاحب کا علم و فہم و فراست و دیانت و صدق ملاحظہ فرمایا جائے اور مرزا صاحب کے تعارض کو دفع کر دیا جائے ورنہ توبہ کی جائے۔ مسلمانوں کی اطلاع کے لئے موقع کی مناسبت سے ذکر کیا جاتا ہے، ورنہ ایک معراج ہی کیا مرزا صاحب نے جو کچھ بھی اپنے اصول مقرر کئے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ ایک کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کا دنیا میں نام بھی نہیں رہ سکتا:

"قیاس کن زگلستان من بہار مرا"

اب مرزائی جا بجا یورپ میں تبلیغ اسلام کا ذکر کریں یا برلن میں مسجد بنوائیں، مسجد ضرار تو مدینہ طیبہ ہی میں بنائی گئی تھی، مگر اس کا جو حشر ہوا سو معلوم ہے۔ اب مسجد برلن پر کیا فخر ہو سکتا ہے: "کیت الارض لم المفلس" پہلے مسلمان ہو جاؤ پھر کچھ کرو، ورنہ اگر واقعی کوئی اسلامی کام کیا ہے تو "ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر" کو بھی پڑھ لیا کرو، خداوند عالم مسلمانوں کو تمام فتن سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی پر عقلی اعتراضات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ازاں جملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے الخ۔"

(ازالہ کلاں ص:۴۰)

پھر اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (اس لفظ سے قائل کی کثافت قلبی کا اندازہ ہو سکتا ہے) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا... الخ۔

اخیر میں فرماتے ہیں، "اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔"

(لفظ تجربہ کا حاصل اہل تجربہ ملاحظہ فرمائیں)

اور رفع جسمانی کو نقلاً یوں محال بتاتے ہیں:

"اب ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا تھا

قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا، صرف بیہودہ اور بے اصل اور متناقض روایات پر اس کی بنیاد معلوم ہوتی ہے۔"

(ازالہ سطر ۲۰، ص: ۹۱۰)

"یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا۔"

(ازالہ کلاں، سطر ۲۲، ص ۲۵)

علیٰ ہذا القیاس اس مضمون کو بہت شد و مد سے مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ: "جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے۔" (ازالہ، ۲۵۶)

غرض جب کسی جسم خاکی کا آسمان پر جانا ہی مرزا صاحب کے نزدیک عقلاً ونقلاً ممتنع ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں برگزیدہ نبیوں کا آسمان پر تشریف لے جانا بھی عقلاً ونقلاً روایتاً ودرایتاً لغو اور بیہودہ خیال ہے (ممتنع ہی جو ہوا) اب یہ بات کہ مرزا صاحب کی اصل غرض معراج شریف کو باطل کرنا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو یا دونوں کو؟ یہ مسئلہ اہل نظر کے لئے غور طلب ہے جو کچھ بھی ہو مگر اسلام سے عداوت بہر صورت مدنظر ہے، یہ بات مرزا صاحب سے کہیں نظر انداز نہیں ہوتی، مرزا صاحب کی اصل غرض یہی ہے (خاکش بدہن) کہ اسلام کا نام باقی نہ رہے مگر ہاں گہری پالیسی اور پورے نفاق سے کام لیا جاتا ہے

یار کا پاس ادب اور دل ناشاد رہے
نالہ تھمتا ہوا، رکتی ہوئی فریاد رہے

لوگ مرتد بھی ہو جائیں اور متوحش بھی نہ ہوں اور اسلام کا دم بھی بھرتے رہیں بلکہ صرف اپنے ہی کو مسلمان سمجھیں جیسے کوئی شخص درخت کی جڑ کاٹ رہا ہو اور بظاہر سے پانی دے رہا ہو اور خوب خبر گیری بھی رکھے، ناواقف حال یہی کہے گا کہ یہ تو درخت کی سرسبزی چاہتا ہے۔ اس کی غرض درخت کا خشک ہونا کب ہے، جو یورپ میں اسلام پھیلائیں، برلن میں مسجد بنوائیں، بھلا وہی اسلام کے مخالف ہو سکتے ہیں؟

میرے بزرگو! غور فرماؤ، یورپ اور برلن میں تو شاید دو چار ہی مسلمان ہوں، مگر اسی کید نے ہندوستان میں ان سینکڑوں مسلمانوں کو مرتد بنا دیا جن کے دل میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" رچا ہوا تھا، چنانچہ اسی معراج مرزا کو ملاحظہ فرمائیں کہ اگر مرزا کے کہنے کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر پوری دنیا میں اسلام کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ لاہوری قادیانی سب مل کر جواب دیں اور غور کریں کہ ان کو مرزا صاحب نے جہنم کے کس طبقہ میں پہنچا دیا ہے؟

عبارت سابقہ میں تو معراج جسمانی کو صاف لفظوں میں عقلاً ونقلاً لغو، بیہودہ خیال اور ممتنع ومحال کہا جاتا ہے اور اس عبارت ازالہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اسی کتاب میں کیا گل فشانی فرماتے ہیں۔ (ازالہ ص ۴۹)

۱... "ہمارے علماء، خدا تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے، ہمارے سید ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور شان کو نہیں دیکھتے کہ سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کا ان ہی پر فضل تھا، مگر باوجودیکہ آنحضرت کے رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے۔ تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا، جیسا کہ مسیح کے اٹھائے جانے کی نسبت اس زمانہ کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں، یعنی جسم کے ساتھ اٹھائے جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا۔"

۲... "لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ وہ ایک رویائے صالحہ تھی اور کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ کا نام نعوذ باللہ ملحدہ یا ضالہ نہیں رکھا اور نہ اجماع کے خلاف بات کرنے سے ان میں نوٹ کر پڑے۔"

نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے معراج جسمانی کا انکار کیا، نہ اجماع کا خلاف، یہ سب مرزا صاحب کی خود غرضی ہے کہ جو بات مطلب کے موافق سمجھی اسے لکھ دیا، چنانچہ اس کو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ یہاں مرزا صاحب اسلام کی ایک بڑی اصل اجماع کو بے کار کرنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے جو چیز یعنی معراج جسمانی ان کے نزدیک عقلاً ونقلاً ممتنع تھی، اس وقت اس پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع بیان کر کے ایک طرف تو اجماع کو بے کار کرنا چاہتے ہیں دوسری طرف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پوری جماعت کی نسبت یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جو بات عقلاً محال ہے جس کو قرآن شریف ممتنع کہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر اجماع کر کے معاذ اللہ بتا دیا کہ ان میں کوئی بھی نہ عقل رکھتا تھا، نہ علم قرآن، جس قدر قرآنی علم ایک پنجابی مرتد کو تھا، اس قدر کل صحابہ کو بھی نہ تھا، پھر جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال تھا اور تمام امت ان ہی کی اقتدا کرتی ہے تو پھر اسلام کا حاصل بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کیا کچھ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے اور بدنتائج بھی ادنیٰ غور سے معلوم ہو سکتے ہیں، پھر اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:

"اور بہت جستجو اور غور سے خوب غور کرو کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھ جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا، ایسا عقیدہ نہیں ہے کہ جس پر صدر اول کا اجماع تھا۔" (اسی کے ساتھ مرزا صاحب کی یہ عبارت بھی پڑھنی چاہیے)۔ "اجماع کی یقین اور انکشاف کلی پر ہوتی ہے۔" (ازالہ ص ۲۲۸)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معراج جسمانی کے متعلق یقین اور انکشاف کلی ہو چکا تھا، حالانکہ مرزا صاحب کا پہلا قول

اسے خلاف عقل و قرآن بتاتا ہے۔ مرزائیو! اس دجل کا کوئی جواب ہے؟ کہو اب بھی مرزا صاحب کو مسیح موعود ہی کہو گے یا مسیح کاذب اور دجال۔

اور بعض صحابی جو اس اجماع کے مخالف قائل ہوئے (خلاف صرف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان کیا جس کی حقیقت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام صحابہ کرامؓ کے ہرگز مخالف نہ تھیں، اگر کسی کو ان کے قول سے دھوکا ہوا ہے تو اس نے غور نہیں کیا۔ ورنہ وہ ضرور معراج جسمانی ہی کی قائل تھیں اور جو قول ان سے منقول ہوا ہے وہ معراج روحانی کے متعلق تھا، مگر مرزا صاحب کی چالاکی کہ یہاں ایک جگہ بعض کا لفظ بولے جو دس پچاس کو بھی شامل ہے) کسی نے ان کی تکفیر نہ کی، نہ ان کا نام ملحد اور ضال اور ماؤل اور ظلی رکھا۔" (ازالہ ۱۱۹، ۱۲۰)

جب اجماع کا خلاف ہی نہیں کیا تو پھر کافر، ضال، ملحد کیوں نام رکھا جائے، بلکہ وہ اجماع کی ایک رکن ہیں، یہاں ایک سوال اور قدرتاً ہوتا ہے جس کا جواب مرزائیوں پر فرض ہے، وہ یہ کہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے ص ۱۶۱ پر صحابہ کی تعداد دس ہزار سے کچھ زائد بیان فرماتے ہیں اور یہ بھی وہ ہی کہتے ہیں کہ: "اجماع کی بنا یقین اور کشف کلی پر ہوتی ہے۔" (ازالہ ص ۲۲۸)

اور معراج جسمانی کے مسئلہ میں اپنے نزدیک صرف ایک صحابی کا خلاف نقل کرتے ہیں اور پھر بھی یقینی قطعی دس ہزار سے زائد صحابہ کے اجماع کے انکار سے بھی نہ آدمی کافر، نہ ملحد، نہ ضال، نہ ماؤل نہ ظلی کچھ بھی نہیں تو پھر تمام اجماعی مسائل نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، حتیٰ کہ خود ایمان، توحید و رسالت کے انکار سے انسان کیوں کافر و ملحد ہونے لگا ہے بلکہ اب تو ماؤل اور ظلی بھی اسے نہیں کہہ سکتے۔

مسلمانو! آپ نے دیکھا؟ بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ مرزا صاحب کی ہر اصل اسلام کے مخالف ہے، اگر ایک بات بھی مان لو تو پھر دنیا میں اسلام نہیں رہ سکتا۔ صحیح ہے یا غلط؟ یہ ہیں وہ علوم و معارف جو مرزا صاحب لائے اور مرزائیوں کا ان پر ایمان ہے یہی ان کی تبلیغ اسلام ہے، مرزائی تو کیا سمجھائیں گے جس کسی صاحب کو ان سے حسن ظن ہو وہ بھی اس معمے کو حل فرمائیں تو میں بہت ممنون ہوں گا، جب ایسے قطعی اور صدر اول (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اجماع کا انکار کر کے بھی آدمی مرزا صاحب کے نزدیک حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسا مسلمان ہے تو اور اجماعی مسائل کے انکار سے تو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا مسلمان ضرور بن جائے گا اور پھر قرآن کا انکار کر کے مدعی نبوت کیوں نہ ہوگا، اجماع کیا چیز ہے؟ شریعت میں اس کا کیا مرتبہ ہے، اس کے کس قدر مراتب ہیں اور ہر اجماع کا کیا حکم ہے اور اس کے منکر کو کیا کہا جاتا ہے؟ یہ مسائل تو بجائے خود ہیں، یہاں تو گفتگو اس میں ہے کہ مرزا صاحب کے کلام میں جو تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟ ایک جگہ تو معراج جسمانی کو عقلاً و نقلاً محال فرماتے ہیں اور جسم خاکی کا آسمان پر جانا عقل اور نص قرآن دونوں کے نزدیک ممتنع بتاتے ہیں اور دوسری جگہ معراج جسمانی اور جسم خاکی کا آسمان پر جانا صدر اول کا اول درجہ کا اجماعی مسئلہ فرماتے ہیں، اگر زائد کو چھوڑ کر کل صحابہ کی تعداد دس ہزار ہی رکھی جائے تو نو ہزار نو سو ننانوے صحابہ کا اجماع تو مسلم ہے اور جس ایک کا خلاف ظاہر کیا تھا غور سے وہ بھی ان کے ساتھ ہے پھر چونکہ اس اجماع کے قائل مرزا صاحب ہیں جن کی شان: "ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" ہے پھر وحی اور الہاموں کی بارش ہے اور پھر یہ کوئی پیشین گوئی بھی نہیں جس کے سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہو، یہ تو ایک گزشتہ واقعہ ہے پھر مرزا صاحب مرتے وقت تک اس خیال پر جمے رہے، تو مرزائی تو کوئی بھی اس اجماع سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ایک تو مرزائی اس تعارض کو اٹھائیں اور پھر یہ فرمائیں کہ جب بقول مرزا صاحب اور مرزائیوں کے اسلام میں ایسے ایسے عقلی و نقلی محال قرآن و حدیث کے خلاف باتوں پر ایسے ایسے سنگین اجماع موجود ہیں جن پر تیرہ سو برس سے اجماع صحابہ ہی نہیں ہوا بلکہ اجماع امت ہے، نہ معاذ اللہ کوئی صحابی سمجھے نہ تابعی، نہ تبع تابعی، نہ ائمہ مفسرین، نہ ائمہ مجتہدین، پھر نہ اولیا کو خبر ہوئی نہ اقطاب و اوتاد کو۔ اگر یہ سب کے سب نہ سمجھے تھے تو پھر ہر صدی پر جو مجدد اسی قسم کی غلطیاں نکالنے کے لئے تشریف لائے تھے ان کو بھی پتہ نہیں لگا۔ نہ مرزا صاحب آتے، نہ یہ غلطیاں معلوم ہوتیں، اور نہ معلوم کہ اور کس قدر غلطیاں اسلام میں ایسی ہیں۔ مرزا صاحب نے تو صرف ایک نمونہ اور ایک راستہ بتادیا ہے۔ تو کیا پھر یہی اسلام ہے جس کو مرزا صاحب اور مرزائی دنیا کے روبرو پیش کر سکتے ہیں۔ مرزائی ہوش و حواس درست کر کے جواب عنایت فرمائیں۔ مرزائی دین میں یہ حال تو خیر القرون کا ہے، پھر اور لوگ کس شمار و قطار میں ہیں؟ اور صحابہ ہی پر اعتراض نہیں بلکہ یہ اعتراض تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، کیونکہ صحابہ کی اصلاح اور تربیت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بلاواسطہ فرماتے تھے۔ معراج کا قصہ تو صحابہ نے خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پھر اگر معراج جسمانی عقلاً و نقلاً محال ہے تو اس پر جنہوں نے اجماع کیا وہ کیسے؟ مرزائیو! مجھے مرزا صاحب سے زیادہ آپ کی شکایت ہے کہ آپ ایسی لغو اور جھوٹ باتوں کو کیسے تسلیم کرتے جاتے ہیں؟ مرزا صاحب جب جھوٹ بولتے ہیں تو اس درجہ کا بولتے ہیں کہ اس کو وہی قبول کر سکتا ہے جس کو عقل و دیانت ہی سے عداوت نہیں حیا، شرم کا بھی دشمن ہے، پھر غضب یہ ہے کہ یہ امور مرزا صاحب کے معارف قرآنیہ میں شمار کئے جاتے ہیں، ایسے معارف شیطانیہ مرزا صاحب اور ان کے مریدوں ہی کو مبارک ہوں مسلمان تو اس کو سن بھی نہیں سکتے چہ جائیکہ قبول کریں۔ (جاری ہے)

برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نیا نسلی حملہ!

قرآن کریم کی مخصوص آیات کو حذف کرنے اور مساجد کی تعمیر نہ کرنے کا مطالبہ

جاوید اختر ندوی

مغربی سامراجی ممالک میں آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہا پسندانہ نسلی حملے سامنے آتے رہتے ہیں اور وہاں کی انتہا پسند اسلام دشمن پارٹیاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید بغض و کینہ رکھتی ہیں، یورپی ممالک میں جان بوجھ کر مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کی جاتی ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد دنیا بھر میں مسلمانوں کو دہشت گرد کہا گیا، طرح طرح کے الزامات ان پر عائد کئے گئے، ایک سوچی سمجھی اور منصوبہ بند سازش کے تحت اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سازش چل پڑی، مغربی ذرائع ابلاغ اور صیہونی طاقتیں بڑی حکمت عملی اور باریک بینی کے ساتھ عالم اسلام کو بدنام کرنے کی چالیں چلنے لگیں، دنیا کو امن و انسانیت اور ہمدردی و مساوات کا پیغام دینے والے مذہب اسلام کو دہشت گردی کا مذہب قرار دیا گیا۔

ایسے نازک حالات میں پوری دنیا میں خصوصاً اور یورپ و دیگر مغربی ممالک میں آباد مسلمانوں کے دلوں میں تاریخ اسلام اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو عام کرنے اور غیروں تک اسلامی تعلیمات وحقائق کو عام کرنے کا شدید داعیہ اور جذبہ پیدا ہوا، ہر ایک نے استطاعت بھر دین حنیف کے تعلق سے غلط فہمیوں کے ازالہ اور اس کی دعوت و تعلیمات و پیغامات کو عام کرنے میں حصہ لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ممالک میں اسلام کو لوگوں نے پڑھنا اور اس کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ قرآن مجید کے لاکھوں نسخے مختصر مدت میں غیروں کے ہاتھوں تک پہنچ گئے اور پھر وہی اسلام کی بیخ کنی کا عہد کرنے والے اور اس کے لئے جان و مال کی بازی لگا دینے والے اب اسلام کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنے لگے، اس کے پیغامات کا احترام کرنے لگے، اس کے اقدار و تعلیمات کو غیر معمولی اہمیت و عزت دینے لگے اور اسلام نے ہزاروں دلوں کو فتح کرلیا۔

گزشتہ ایک دہائی میں جس قدر اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے مغرب کا ذہن جس سرعت کے ساتھ صاف ہوا ہے اور وہاں کے باشندے حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، اس نے پوری دنیا کو محو حیرت کردیا ہے، تعلیمات اسلامی اور سیرت نبوی کی خوشبو بڑی تیزگامی کے ساتھ پورے یورپی ممالک کو معطر کررہی ہے، جو سارے عالم کے لئے ایک مثال ہے۔

> اور وہ دعوت جس کو برطانیہ کی ایک انتہا پسند پارٹی نے جاری کیا تھا، اس نے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کا جذبہ پیدا کردیا، اس دعوت میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ کی نئی مسلم نسل پر ضروری ہے کہ وہ تشدد کے خلاف معاہدہ پر دستخط کریں اور نئی مسجدیں تعمیر نہ کریں اور قرآن کریم سے جہاد کی آیات کو حذف کردیں۔

ان تمام باتوں کے ساتھ یہاں ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ وہ برطانیہ جہاں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں اسلامی تعلیمات اور صنف نازک کو اس کے عطا کردہ حقوق سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں جو خود اپنے میں ایک ریکارڈ ہے، اسی ملک میں وقتاً فوقتاً کچھ شرپسند عناصر اسلام کے خلاف دل کا غبار نکالتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو نفسیاتی کوفت میں مبتلا کرتے ہیں اور یہاں کے مسلمانوں کی وفاداری اور معتبریت پر سوال اٹھاتے اور تلواریں لٹکاتے رہتے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں پہلے ایک نیا نسلی حملہ سامنے آیا جو وہاں کی انتہا پسند پارٹی انجام دے رہی ہے، برطانیہ کے مسلمانوں سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ قرآن مجید سے جہاد کی آیات کو ہٹادیں اور نئی مساجد تعمیر نہ کریں، یہ حملہ ایسے وقت میں ہورہا ہے جب مسلمانوں کے خلاف نسلی اور مذہبی ناپسندیدگی بڑی تیزی کے ساتھ سامنے آرہی ہے اور اس میں مسلمانوں اور ان کی مسجدوں کے خلاف برطانیہ کی انتہا پسند پارٹی کی طرف سے ظلم و تعدی اور متشددانہ کارروائیوں کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ ان حالات میں یہاں مسلمانوں سے لازمی مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ ان نسلی حملوں کے خلاف متحد ہوکر کھڑے ہوجائیں، عالم اسلام اور اس کی تنظیموں کی طرف سے ان کی مدد کی جائے، چونکہ یہ نسلی مجرمانہ کارروائیاں اب پوری

دنیا کے سامنے آشکارا ہو چکی ہیں۔

انتہا پسندانہ دعوت:

اور وہ دعوت جس کو برطانیہ کی ایک انتہا پسند پارٹی نے جاری کیا تھا، اس نے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کا جذبہ پیدا کر دیا، اس دعوت میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ کی نئی مسلم نسل پر ضروری ہے کہ وہ تشدد کے خلاف معاہدہ پر دستخط کریں اور نئی مسجدیں تعمیر نہ کریں اور قرآن کریم سے جہاد کی آیات کو حذف کر دیں، اس پارٹی کے نائب صدر نے کہا کہ برطانیہ کی مسلم نسل کو اس معاہدہ سے جوڑنا ضروری ہے جس پر وہ برطانوی اور مغربی معاشرہ میں امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنے کے معاہدے پر دستخط کریں۔

برطانوی اخبار ''گارجین'' نے اس طرح کی مختلف خبریں شائع کیں، جس میں قرآن کریم سے آیات جہاد کو حذف کرنے اور مساجد کی تعمیر کو روکنے کی صراحت ہے اور مسلمانوں کی نئی نسل سے مطالبہ ہے کہ قرآنی نصوص کے اندر تطبیق کی شکلیں تلاش کریں، اس معاہدہ میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان اس ملک میں دینی وجوہات کی بنیاد پر تشددوانہ رویہ اختیار نہ کریں، ہر ایک کے ساتھ مساویانہ برتاؤ اور سلوک کریں اور جن آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں جہاد اور تشدد کی دعوت دی گئی ہے ان میں نظر ثانی کریں، اس معاہدے میں اس نص سے دلیل دی گئی ہے: ''اقتلوا الیہود حیث وجدتموھم '' کہ اس جملہ میں مسلمانوں کو یہودیوں کے قتل پر ابھارا گیا ہے، جب کہ صحیح قرآنی آیت یہ ہے: ''فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔''

مسلم نسل کو مجرم ٹھہرانا:

برطانیہ میں مسلم مسائل کے حل کے لئے کوشاں محمد کریز نے کہا کہ یہ معاہدہ کسی بھی اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے اور اس پر دستخط کرنے کا مطالبہ مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کی پوری نسل کو مجرم قرار دینا ہے اور اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ مسلمان دوسروں کے خلاف تشدد برتتے ہیں، جب کہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، انہوں نے مزید کہا کہ آج مسلمانوں کے خلاف ہر جگہ تشدد برتا جا رہا ہے اور مسلمان ہی ظلم و تعدی کے شکار ہو رہے ہیں، ان کی مساجد اور مدارس پر مسلسل ہر چہار جانب سے حملے ہو رہے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ وہ مظالم جو انتہا پسند دائیں بازو کی پارٹی کی جانب سے مسلم خواتین کے ساتھ مسلسل پیش آ رہے ہیں اور ان کو اسلام دشمن میڈیا اور اسلاموفوبیا کے نام سے غذا پہنچا رہا ہے، محمد کریز نے مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل سے مطالبہ کیا کہ وہ متحد اور سینہ سپر ہو کر ان ظالمانہ کوششوں کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور نئے مظالم اور تعدی کا اسلامی تعلیمات و پیغامات سے مقابلہ کریں۔

ناپسندیدگی کی لہریں:

برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نسلی حملے بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف رونما ہونے والے واقعات میں اضافہ ہو گیا ہے، خاص طور پر اس حملے کے بعد جس میں مساجد اور نسلی ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا گیا، دیواروں پر ایسی تحریریں لکھی گئیں جو مسلمانوں کو بیدار کرے، وہاں کی مقامی تنظیموں نے برطانیہ کے مختلف علاقوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف احتجاج کئے ہیں، جس سے برطانیہ کے مختلف علاقوں اور مختلف جگہوں پر حملوں کے خلاف لہریں پائی گئیں اور مسلم لڑکیوں کو گزرگاہوں پر چلتے ہوئے نسلی الفاظ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس سلسلے میں برطانیہ کے ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کے خلاف بڑا معاندانہ کارنامہ انجام دیا ہے اور نسلی آگ کو تیز سے تیز تر کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان حالات و کیفیات میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت بڑی کشاکش میں ہے، ان کے اذہان و قلوب بے چین ہیں، وہ اپنے اسلامی تشخص اور کردار و عمل کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوششیں کر رہے ہیں اور بڑے حوصلے کے ساتھ اپنے دینی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے دشمنان اسلام کی سازشوں کا جواب دے رہے ہیں اور از سر نو دعوت اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے ہیں، اس لئے کہ یہی اس کا واحد علاج ہے، جب دین کا پیغام ان کے ذہنوں اور دلوں تک پہنچے گا تو وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں گے ان پر افسوس کا اظہار کریں گے اور اس کی تلافی کی تدبیریں سوچیں گے اور ایک دن اسی دین کے ہو کر رہ جائیں گے اور پھر دنیا مشاہدہ کرے گی:

''پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے''

یہ بھی ایک کرشمہ قدرت ہے کہ مغربی ممالک ہی میں اس کی مثالیں بکثرت دیکھنے کو مل رہی ہیں کہ وہ افراد جنہوں نے اسلام کے خلاف زہر افشانی کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا تھا، خدا نے ان کے دلوں کو اسلام کے لئے کھول دیا اور یہی نہیں کہ انہوں نے محض اپنی زبان سے اسلام کا کلمہ ادا کر لیا بلکہ وہ اس کے پُر جوش داعی اور دینی تعلیمات کے سرگرم مبلغ بن گئے اور پھر ان کے ذریعہ ان کے گھر والوں اہل تعلق اور برادران وطن اور اس سے آگے بڑھ کر ان کے حالات و تاثرات کو پڑھ کر ہزاروں بندگان خدا کو اسلام کی نعمت عظمیٰ ملی، ان کا دامن دینوی و اخروی سعادتوں سے مالا مال ہو گیا اور ان کے لئے ہمیشہ ہمیش نیکی کا دروازہ کھل گیا جس کا ثواب انہیں اس دنیا سے جانے کے بعد بھی ملے گا کہ جس کو ان کی دعوت و تبلیغ پر راہ ہدایت ملی وہ ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں۔ (بشکریہ پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ، ۱۰ مئی ۲۰۱۲)

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت سے تعاون
شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ
پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم
ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
کو دیجئے
نوٹ
مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔
اپیل کنندگان
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر مرکزیہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نائب امیر مرکزیہ
خواجہ عزیز احمد نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ
ترسیل زر کا پتہ
دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486
WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.